اسلام کے مشہور سپہ سالار

حصہ اوّل و دوم

مصنفہ

عبدالواحد سندھی

اردو اکیڈمی سندھ

زد مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی

دوسری بار ــــــــــ اکتوبر ۱۹۵۶ء

تعداد طباعت ــــــــــ ایک ہزار
مطبوعہ ــــــــــ جاوید پریس، کراچی

قیمت

دفتر مغربی پنجاب
اردو مرکز
گنپت روڈ
لاہور

فہرست مضامین

(۱)

سامانِ جنگ ہر وقت تیّار رکھا جائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سامانِ جنگ ہر وقت تیار رکھا جائے

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ (الانفال ۸ع)

"اور ان مخالفوں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے قوت (ہتھیار وغیرہ) سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان جمع رکھو تاکہ اس طرح اللہ کے مخالفوں، تمہارے مخالفوں اور ان کے سوا دوسروں پر جن کو تم نہیں جانتے دھاک بیٹھی رہے اللہ ان کو جانتا ہے" (سورۂ انفال ۸ع)

رسولِ خدا کے زمانہ میں گھوڑے کی سواری، تلوار، تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامانِ جنگ تھا۔ موجودہ زمانے میں بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آب دوز کشتیاں، آہن پوش جہاز تیار کرنا، ایٹم بم تیار کرنا اور ہیڈرو جنک بم بنانا اور ان کو صحیح طریقہ پر استعمال کرنا، جنگ کا کام

سیکھنا، ورزش کرنا، سامانِ جنگ تیّار رکھنا اور اس طرح آگے چل کر لڑائی کے جتنے ہتھیار ہوں گے وہ سب اس حکمِ خداوندی کے ماتحت آئیں گے۔

---

(۲)

اسلام میں جہاد کیوں ضروری ہے

اسلام میں جہاد کیوں ضروری ہے؟

ہمارا پیارا دین ہم کو بہادر، نڈر ارادہ کا پکّا اور کام کرنے والا بنانا چاہتا ہے۔ مسلمان کا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ وہ سپاہی بنے۔

مسلمان گھر کے اندر، گھر کے باہر جنگ کے میدان میں، امن کی حالت میں، اپنے ساتھ، دوسروں کے ساتھ، بادشاہی تخت پر اور خاک کے بستر پر۔ غرض ہر جگہ اور ہر حالت میں سپاہی ہے۔ اس سپاہی کو اسلام کی زبان میں "مجاہد" کہتے ہیں۔ یعنی انسان میں جتنی اچھی اچھی صفتیں ہو سکتی ہیں ان سب کے مجموعے کا نام "مجاہد" ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہر سپاہی کو میدانِ جنگ میں جانے سے پہلے تربیت دی جاتی ہے۔ اس سے طرح طرح کی مشقیں کرائی جاتی ہیں۔ اسے ہر قسم کی سختی جھیلنے اور ضرورت پڑے تو گردن کٹانے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ فوج کا ایک افسر ہوتا ہے جس کا حکم ہر سپاہی کو ماننا پڑتا ہے۔ ہر سپاہی کا فرض ہے کہ آنکھیں بند کر کے اپنے حاکم کی اطاعت کرے اور ہر وقت اس کے احکامات بجا لانے کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دے۔

اسلام کے سپاہی کی بنیادی تعلیم یہ ہے:-

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

یعنی اطاعت، فرماں برداری اور بندگی کے لائق صرف اللہ ہی ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ تاکہ وہ انسانوں کو خدا کے حکموں کی تعلیم دیں۔ اللہ کو اپنا حاکم ماننے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنے آپ کو خدا کے حضور میں سمجھے اور کسی وقت بھی خدا کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔

فوجیوں کو اپنے کام کرنے کی مشق کرنی پڑتی ہے۔ دن اور رات میں کئی دفعہ فوجی بگل بجتا ہے۔ جسے سن کر ہر سپاہی تیار ہو جاتا ہے اور فوراً مشق کی جگہ پر حاضر ہو کر کام میں لگ جاتا ہے۔ اسلام کی فوجی تعلیم کی مشق نماز اور اس کا فوجی بگل اذان ہے۔

تم غور سے دیکھو گے تو نماز میں فوجی تربیت کی پوری شان پاؤ گے وقت کی پابندی، فرض شناسی، چستی، محنت صفوں کی ترتیب اور درستی، ایک امام کی اطاعت، ان ساری باتوں میں فوجی روح ہی کام کر رہی ہے۔

جمعہ، عید اور حج کے موقع پر مسلمانوں یعنی اللہ کے سپاہیوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہو کر فوجی کاموں کی مشق کرنی پڑتی ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ فوجیوں کو مشق کرانے کے لئے فوجی کیمپ لگتے ہیں۔ پھر ان فوجی کیمپوں کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ کوئی بڑا، کوئی چھوٹا۔

اسی طرح سمجھو کہ جُمعہ کی نماز میں اللہ کے سپاہیوں کا ایک جگہ جمع ہونا چھوٹا کیمپ ہے۔ عید کے دن اس سے بڑا کیمپ اور حج کے دن عرفات کے میدان میں ان کا سب سے بڑا کیمپ لگتا ہے۔ پھر ذرا حاجیوں کے لباس پر غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اللہ کے سپاہی ایک ہی وردی میں فوجی مشق کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

روزہ بھی ان کے لئے ایک طرح کی مشق ہے۔ فوج ایک جگہ سے دوسری جگہ یا لڑائی کے میدان میں جاتی ہے تو اُسے گھر جیسا آرام نہیں ملتا اور کھانا پانی بھی ویسا نہیں ملتا جیسا کہ گھر میں۔ اس لئے اللہ کے سپاہیوں کو بھوک پیاس کی مشق کرانے اور اس تکلیف کا عادی بنانے کے لئے مسلمانوں پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ تاکہ پوری قوم بھوک پیاس کی عادی بن جائے اور ضرورت کے وقت اپنے آپ کو اللہ کا بہترین سپاہی ثابت کر سکے۔

اب سوال یہ ہے کہ اسلام کی اس تمام سپاہیانہ زندگی اور اس فوجی تربیت و تعلیم کا آخر مقصد کیا ہے؟ وہ کونسی مہم ہے جس کو سر کرنے کے لئے یہ فوجی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ بے شک یہ باتیں بیکار نہیں ہیں۔ ان سب باتوں کا مقصد ہے۔ وہ بہت بڑا ہے جو مسلمانوں کے سامنے ہر وقت رہنا چاہئے اور وہ مقصد ہے جہاد۔ جہاد ہر مسلمان کا سب سے ضروری اور پہلا فرض ہے۔

مسلمان جو اپنے آپ کو اللہ کا سپاہی کہتا ہے وہ نماز، روزہ،

حج، زکوٰۃ ان تمام فوجی مشقوں کی پابندی کرتا ہو۔ مگر وہ جہاد نہ کرتا ہو تو وہ ایک ناکارہ اور بے کار سپاہی ہے بلکہ اسے سپاہی کہنا ہی نہ چاہیئے۔

جہاد کا مطلب کیا ہے؟ یہ کہ زمین پر اللہ کی حکومت قائم ہو جائے دنیا سے ظلم و زبردستی کو مٹایا جائے۔ امن اور انصاف کو پھیلایا جائے اسی لئے رسول خدا نے جہاد کو سب سے اہم فرض اور سب سے بڑی عبادت بتایا ہے۔

رسولِؐ خدا کے ذریعے مسلمانوں کو خدا نے بار بار یہ تاکید کی ہے اور بتایا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

قرآن کے اس تاکیدی حکم کو رسولِ خدا نے ہمارے سامنے مدینے کی زندگی میں عملی طور پر چل کر دکھایا اس کتاب میں ہم تمہیں یہی بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ کے سب سے بڑے سپاہی رسول خدا تھے۔ پھر آپ کے بعد آپ کے وہ سچے شاگرد جنہوں نے دنیا سے ظلم اور زبردستی کو جہاد کے ذریعے ختم کیا۔

ہمیں یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ جہاد صرف توپ، بندوق اور تلوار ہی سے نہیں ہوتا بلکہ مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے سامنے پیارے آقا اور اللہ کے سب سے بڑے سپاہی رسولِؐ خدا کی زندگی رکھنا چاہیئے۔

ہمارے لئے آپؐ کی زندگی کے دو نمونے ہیں۔ ایک مکّی زندگی، دوسری مدنی۔

رسولؐ اللہ کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہمارے پاس

قت نہیں ہے تب ہمیں ظلم، زبردستی اور برائیوں کی روک تھام
یفیں اٹھا کر مصیبتیں برداشت کرنی چاہئیں۔ لوگوں کی گالیاں سُن کر
صبر اور برداشت سے کام لیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سب دیکھیں
چپ رہیں۔ چپ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اُنہیں اچھا سمجھتے ہیں۔
رے رسولؐ کا کہنا ہے کہ بُری باتوں کو ہاتھ سے روکو۔ اگر اس کی سکت
یں ہے تو زبان سے روکو۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو دل سے بُرا سمجھو مگر یہ
ورا ایمان ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کا
سپاہی بنائے۔ اور دُنیا سے ظلم و زبردستی اور برائیاں مٹانے کی
شش میں لگا رہے۔

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کو اچھا انسان بنائے۔ زندگی کے
چھے نمونے دیکھ کر جو رسولِ خداؐ اور آپؐ کے ساتھیوںؓ نے لوگوں کے
منے پیش کئے۔ انسان اچھا آدمی بن سکتا ہے۔ نرم اور میٹھی گفتگو
ر عمدہ اخلاق اسلامی اخلاق کا نمونہ ہے۔ چنانچہ لوگ ان باتوں
اچھے اور نیک بنے۔

سب لوگ ایک طرح کے نہیں تھے۔ کچھ سمجھ دار تھے جو آنحضرتؐ
زندگی کو دیکھ کر سُدھر گئے۔ کچھ ایسے تھے جو اسلام کی تعلیم سے
چھے بن گئے۔

کچھ وہ تھے جو ان دونوں طریقوں سے اچھے نہ بن سکے۔ بلکہ

رسول اللہ کے، اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن بن گئے پھر یہی نہیں کہ وہ خود نہ سدھرے۔ بلکہ سدھرنے والوں کو ستایا، گھر سے بے گھر کیا اور جان سے مار ڈالا۔ بہت سے لوگ اپنے وطن کو چھوڑ کر۔ اپنا پیارا دین لے کر مکے سے سیکڑوں میل دور مدینے میں جا کر بس گئے۔

ان شریر لوگوں نے بار بار مدینے پر چڑھائیاں کیں۔ اسلام کو مٹانا چاہا، آخر کہاں تک صبر کیا جاتا؟ خاموشی کی بھی ایک حد ہے ایک دن ہو تو آدمی صبر کرے۔ مسلسل تیرہ سال مسلمان ستائے گئے۔ مکے کے ستائے ہوئے مسلمانوں نے حبش میں جا کر پناہ لی تو اُن کا پیچھا کیا۔ مدینے میں گئے تو بڑے بڑے لشکر اُن کو مٹانے کے لئے چڑھ آئے اور اُن کو دُنیا میں رہنا مشکل کر دیا۔ آخر کار اتنا ستائے جانے اور گھر سے بے گھر ہونے کے بعد مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت ملی۔

اسلام کی پہلی فوج جو لڑائی کا حکم آنے کے بعد تیار ہوئی۔ وہ بدر کی فوج ہے۔ اس فوج کے سپہ سالار ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس فوج میں تین سو تیرہ سپاہی شامل تھے اور اس مختصر فوج نے دشمنوں کی ایک ہزار فوج سے مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئی۔

رسولِ خدا اور آپ کے اچھے ساتھیوں نے لڑائی کی تاریخ میں ایسے ایسے نمونے چھوڑے ہیں جن پر اگر دنیا عمل کرے تو ہمیشہ امن و امان قائم رہے۔ اسلام کا مقصد حقیقت میں خوں ریزی کا انسداد ہے۔ تاریخ

اہ ہے کہ لڑائیوں میں مسلمانوں نے ہمیشہ اپنے دشمنوں سے بہت اچھا
سلوک کیا۔ اور جنگ بھی صرف اسی حد تک کی جو امن و امان قائم کرنے
ے لئے ضروری تھی۔

تم آگے چل کر پڑھو گے کہ بدر کی لڑائی میں جب رسولِ خداؐ گڑگڑا
کر خدا سے دعا مانگ رہے تھے تو یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ پر رقت
ری ہو گئی اور انہوں نے رسولِ خداؐ سے گذارش کی کہ "خدا اپنا وعدہ
را کرے گا"۔ رسولِ خدا نے فرمایا "میں خدا کی بے نیازی سے ڈرتا ہوں
دوسری طرف بھی اسی کے بندے ہیں"۔ کتنا خلوص اور درد
ن لفظوں میں ہے سوچو تو دشمنوں کے متعلق بھی اچھا خیال ہے۔ کیا کوئی
اسکتا ہے کہ جیسا بہترین سلوک رسولِ خدا نے اپنے دشمنوں کے ساتھ
یا ویسا دنیا میں کسی اور نے اپنے دشمن کے ساتھ کیا؟

مکہ میں آنحضرتؐ مسلسل تیرہ (۱۳) برس ستائے گئے۔ اپنے بھی
ائے بن گئے۔ اور آخر میں مکے کے پجاریوں کی مجلس میں یہ بات طے ہوئی
رسولِ خدا کو مار ڈالا جائے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ کوئی انسان فاتح
ونے کے بعد کیسا سلوک کرتا؟ فتح مکہ کے حالات پڑھ کر دیکھو دنیا کی
اریخ میں رسولِ خدا کے سوا کہیں بھی اچھے برتاؤ کی مثال نہیں ملتی۔ ایسے
چھے سلوک کا کہیں نمونہ ہے؟ ہرگز نہیں ہے۔ کہیں نہیں ہے۔ سوائے
سولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برتاؤ کے۔ خدا ہم سب کو اپنے پیارے
سولؐ کی زندگی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور سچا مجاہد بنائے آمین

اب تم اگلے سبق میں یہ پڑھ کر معلوم کرو گے کہ رسولِ خدا نے کس طرح فوجوں کو اسلام کے دشمنوں کی فوجوں سے لڑایا۔ اس میں تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ دشمنوں کے ساتھ آپ نے کتنا اچھا برتاؤ کیا۔ اس وقت تو تم اس چھوٹی سی کتاب میں یہ باتیں معلوم کرلو پھر بڑے ہوکر بڑی بڑی کتابوں میں تفصیلی حالات پڑھنا۔

رسولِ خدا کی تربیت کے فیض سے ایسے ایسے بہادر، دلیر، سپہ سالار پیدا ہوئے جن کے کارنامے دُنیا کی تاریخ میں مشعلِ ہدایت کا کام دیتے ہیں۔ یہ سپہ سالار تلوار کے دھنی تھے۔ لیکن یہ تلوار کے دھنی کوئی ظالم جابر اور نہ صرف فاتح تھے۔ بلکہ انسانیت کے خادم دُنیا والوں کے خیرخواہ اور ہمدرد تھے۔ جن کی حکومت کا سکّہ جان و دل پر تھا۔ یہ لوگ ان میں سے تھے جن کی تلوار سے کچھ لوگ ضرور مارے جاتے ہیں لیکن یہ اس لئے کہ دوسرے بہت سے لوگ پورے امن و اماں کے ساتھ رہ سکیں۔ جن کے ہاتھوں کچھ بستیاں ضرور اُجاڑ ہو جاتی ہیں، لیکن اس لئے کہ انسانوں کی اور سینکڑوں بستیاں بہت دنوں تک آباد رہ سکیں۔

آگے چل کر تمہیں معلوم ہوگا کہ رسولؐ خدا نے اپنے فیض صحبت ان لوگوں کے دلوں میں انسانوں کی بھلائی اور بہبودی اور خلوص کا جذبہ بھر دیا تھا۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا۔ ان کی پُرخلوص عبادتیں۔ ان کی میدانِ جنگ کی بہادریاں سب اس ذات پاک کی بدولت تھیں جو دنیا بھر کے

انسانوں کے لئے مکمل نمونہ تھی۔

خدا ہم سب کو اس مقدس و پاک زندگی کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب انسانیت کے ہمدرد اور بہی خواہ بنیں اور اسلام کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچائیں۔

---

(۳)

اسلامی فوج کیسے بنی

اسلامی فوج کیسے بنی؟

انسان نے جب تک شہری زندگی میں قدم نہیں رکھا تھا، وہ صحراؤں اور جنگلوں میں رہتا تھا۔ اس کی فوجوں میں وہی لوگ ہوتے جو اس کے خاندان یا قبیلے کے ہوتے تھے۔

لڑائی کے وقت یہ لوگ بلا کسی تنظیم و ترتیب کے اکٹھے ہو جاتے تھے۔ جنگ جیتنے کے بعد ہر شخص کو اس کی بہادری اور دلیری کے مطابق حصہ ملتا تھا۔

جب انسان نے شہری زندگی اختیار کی تو اس نے اپنے کاموں کی تقسیم کی۔ پھر جب حکومت کی بنیاد پڑی تو سب سے پہلے فوج کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس وقت اس پیشے کی بنیاد پڑی۔

دنیا میں سب سے پہلی باقاعدہ فوج مصر میں بنی۔ مصر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے سے کوئی دو ہزار (۲۰۰۰) سال پہلے مصر کے ایک بادشاہ نے حبشیوں کی ایک زبردست فوج بنائی جس نے مصر کے آس پاس کے تمام ملکوں کو فتح کر کے اپنی بادشاہی میں ملا لیا۔

مصریوں کی دیکھا دیکھی اشوری، فنیقی، یونانی اور بابلی قوم نے اپنی اپنی فوج تیار کی۔ یہ تمام دنیا کی سب سے پرانی قومیں ہیں جن کا دنیا کی ترقی میں بہت بڑا حصہ ہے۔ انسانوں کی ترقی کی عمارت کی یہ تمام قومیں معمار ہیں۔

مسلمانوں سے پہلے ایرانی اور رومی حکومتوں کا فوجی نظام بہت باقاعدہ تھا۔ فوجوں کو مختلف حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان پر مختلف افسر ہوتے تھے۔ ان افسروں کا ایک بہت بڑا سردار ہوتا تھا جسے سپہ سالار کہتے تھے۔

اسلام سے پہلے عرب میں فوجی نظام کوئی خاص نہ تھا۔ قبیلے قبیلے الگ الگ تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی قبیلہ جنگ کے لئے تیار ہوتا تھا تو مردوں کو چھانٹ کر انھیں میں سے فوج تیار کی جاتی تھی جن میں سوار پیدل دونوں قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ ان کے پاس لڑائی کے ہتھیار، تیر، کمان، نیزہ اور تلوار ہوتے تھے۔

عرب میں اسلام کے آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد مسلمان بُت پرست عربوں سے بالکل جُدا تھے۔ اسلام کی قوت نے ان کو متحد کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے شروع میں تیرہ سال تک مکّہ کی زندگی میں نہایت صبر و سکون کے ساتھ ظلم سہے اور اُف تک نہ کی۔

ہجرت کے بعد مکّہ کے کافروں نے جب مسلمانوں پر مدینہ میں رہنا مشکل کر دیا تو خدا کی طرف سے مسلمانوں کو اسلام کے

مخالفوں سے لڑنے کی اجازت دے دی گئی۔ اب اسلام کی فوج
تیار ہوئی۔ اسلامی فوج کا سپاہی ہر چھوٹا بڑا مسلمان تھا۔ اسلام
کی پہلی فوج جس کے سردار اور سپہ سالار ہمارے پیارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم تھے، اس کے سپاہی مہاجر اور انصار تھے۔ اس پہلی فوج
میں کل سپاہی تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے جنہوں نے رسولِ خدا کی
سرداری میں بدر کی جنگ میں ایک ہزار تجربہ کار جنگی سپاہیوں کا ڈٹ کر
مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے۔

یہ برکت تھی اسلام کی، یہ برکت تھی ہمارے پیارے نبی
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی، یہ کامیابی تھی ایمان کی، یہ
مرانی تھی اسلام کے بھائی چارہ کی۔

رسولِ خدا کے زمانے میں اسلامی فوج کی حالت روز بہ روز
ترقی کر گئی اور تین سو تیرہ سے بڑھتے بڑھتے ہزاروں تک پہنچ گئی۔ فتح مکہ
کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزار مسلمان سپاہی تھے۔

تبوک کی لڑائی میں اسلامی فوج کی تعداد بڑھ کر ۴۲ ہزار تک
ہو گئی تھی۔ یہ تمام باتیں تم اس کتاب کے شروع میں پڑھ چکے
ہو گے۔

رسولِ خدا کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۂ اسلام ہوئے۔
انہوں نے اسلامی فوجوں کی تنظیم کی۔ ان فوجوں نے دنیا کی مشہور اور
منظم فوجوں کا مقابلہ کیا اور ان کو ہرایا۔ اسلام کے دوسرے خلیفہ

حضرت عمرؓ ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں میں ایک زبردست فوجی نظام پیدا کیا۔ فوجوں کو نئے طریقوں پر منظم کیا۔ ان فوجوں نے ایران اور روم کی فوجوں کو شکستوں پر شکستیں دے کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں اسلامی فوجوں نے اسلامی ملکوں کو اور وسیع کر دیا۔ تم پوچھ سکتے ہو کہ وہ کونسی بات تھی جس نے اسلامی فوجوں کی زبردست تنظیم کی؟ وہ کون سا جذبہ تھا جس نے اسلامی فوجوں کو دنیا میں طاقت ور فوج بنا دیا۔

اسلامی فوجوں کی تنظیم توحید کے عقیدہ پر ہوئی، ایمان بالغیب پر ہوئی، اس عظیم الشان بھائی چارہ کے جذبہ پر ہوئی جس نے کالے گورے امیر اور غریب کو ایک بنا دیا تھا، جس بھائی چارہ کی بنیاد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر یقینِ محکم رکھنے پر تھی۔

اسلامی فوجوں کے سامنے ایک مقصد خاص تھا۔ وہ مقصد تھا اسلام کا بول بالا۔ وہ مقصد تھا گرے ہوئے انسانوں کو اٹھانا، خدائی قانون کو رواج دینا، خدا کے لئے تمام خواہشوں اور آرزوؤں کو قربان کر کے اسی کے لئے اپنی جان دے دینا۔ اسی جذبے نے اسلامی فوجوں میں ایک خاص روح پھونکی جس نے ایران اور روم کی زبردست فوجوں کو ہمیشہ کے لئے شکست دے دی۔

انہیں فوجوں نے آدھی صدی میں آدھی دنیا سے زیادہ حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ انہوں نے دنیا کے سامنے جنگ کا ایک نرالا نمونہ

قائم کیا تھا۔

سنہ ۱۵ ہجری میں حضرت عمرؓ نے اس محکمہ کو منظم کیا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت ابوہریرہ بحرین کے حاکم مقرر ہوئے۔ انہوں نے بحرین سے سالانہ آمدنی پانچ لاکھ جمع کی۔ حضرت عمرؓ کو اتنی رقم خرچ کرنے کے ذریعے سوچنے پڑے۔ آپ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اس روپئے کو فوجوں کی تنظیم کے لئے مخصوص کیا جائے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے فوجی محکمہ کو منظم اور باقاعدہ بنا دیا غرضکہ سنہ ۱۵ ہجری میں اسلامی فوج کے دفتر کی بنیاد پڑی۔ اس طریقہ سے حضرت عمرؓ چاہتے یہ تھے کہ ملک کے تمام بسنے والے فوجی بن جائیں۔ یوں تو قرآن ہر مسلمان کو فوجی بننے کا حکم دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے شروع میں فوجی نظام کو منظم کرنے کے لئے تین بڑے افسر مقرر کئے جن کے نام یہ ہیں، مہ بن نوفل، جبیر بن مطعم اور عقیل بن ابی طالب، ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ انصار اور تمام قریش کی ایک فہرست تیار کریں جس میں ہر شخص کا نام تفصیلی طور پر درج ہو۔

ان لوگوں نے ایک فہرست تیار کی جس کی ترتیب اس طریقہ پر تھی کہ پہلے بنی ہاشم یعنی رسولِ پاک کا خاندان، پھر حضرت ابوبکرؓ کا قبیلہ، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے رشتہ دار حضرت عمرؓ نے اس ترتیب کو ناپسند فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ رسولِ خدا کے قبیلہ کو مرکز قرار دے کر فہرست تیار کی جائے یعنی آنحضرتؐ سے جس قدر

قرابت داری دُور ہوتی جائے اسی ترتیب سے فہرست بنے۔ پہلے آپؐ کے بہت قریبی رشتہ دار، پھر دُور کے، اس کے بعد اور دُور کے۔

حضرت عمرؓ نے یہ اُصول اس لئے طے کیا تھا کہ آپ کا رشتہ سب سے آخر میں آنحضرتؐ سے ملتا تھا۔ غرض اسی ترتیب سے فوجی فہرست تیار ہوئی اور تنخواہوں کا نقشہ ذیل کی ترتیب سے بنا۔

مرتبہ	سالانہ تنخواہ
۱۔ جو لوگ جنگ بدر میں شریک رہے	پانچ ہزار درہم
۲۔ حبش کی طرف ہجرت کرنے والے اور اُحد کی جنگ میں شرکت کرنیوالے	چار ہزار درہم
۳۔ فتح مکّہ سے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کی	تین ہزار درہم
۴۔ جو لوگ فتح مکّہ میں ایمان لائے	دو ہزار درہم
۵۔ جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے۔	دو ہزار درہم
۶۔ یمن والوں کے لئے	چار سو درہم
۷۔ قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین	تین سو درہم
۸۔ بلا امتیاز مراتب	سو درہم

جن لوگوں کے نام فوجی فہرست میں درج ہوئے تھے

ان کی بیویوں، بچوں اور غلاموں کے لئے بھی تنخواہیں مقرر ہو گئی تھیں۔ غلاموں کی تنخواہیں آقاؤں کی تنخواہوں کے برابر مقرر ہوئی تھیں۔ یہ اسلامی مساوات کی برکت تھی جس میں آقا اور غلام کا کوئی فرق نہ تھا۔

یہ اسلامی فوج دو طرح کی تھی:۔

۱۔ باقاعدہ فوج جس کا یہ کام تھا کہ ہر وقت فوجی کاموں میں مصروف رہے۔

۲۔ جو اپنے گھروں پر رہتے تھے لیکن ضرورت کے وقت فوجی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔

سنہ ۲۱ ہجری میں حضرت عمرؓ نے فوجی محکمہ کو اور بھی زیادہ منظم کیا۔ حضرت عمرؓ نے ملک کے کاموں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ (۱) فوجی اور (۲) ملکی۔

حضرت عمرؓ نے بہت سے فوجی مرکز قائم کئے تھے۔ ان کی تفصیل یہ ہے مدینہ، کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط، مصر، دمشق، حمص، اردن اور فلسطین۔ یہ سب سے بڑی فوجی چھاؤنیاں تھیں۔ پھر ان چھاؤنیوں سے اور چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں تھیں۔

یہ فوجی مرکز حسب ذیل انتظامات کرتے تھے:۔

۱۔ فوجیوں کے رہنے کے لئے مختلف فوجی بارکوں کا انتظام کرنا۔

۲۔ ہر ایک چھاؤنی میں گھوڑوں کے رہنے کے لئے اصطبلوں کا اچھی طرح انتظام کرنا۔

ایک اصطبل کم از کم چار ہزار گھوڑوں کے لئے ہوتا تھا۔ یہ تمام گھوڑے ہر وقت ساز و سامان کے ساتھ تیار رہتے تھے۔ ان فوجی گھوڑوں کی پرداخت اور دیکھ بھال گھوڑوں کی پرداخت اور دیکھ بھال خاص طور پر کیجاتی ان اصطبلوں کے پاس گھوڑوں کے لئے چراگاہیں تھیں۔

سال میں ایک دفعہ گھوڑوں کے دوڑنے کے مقابلے ہوتے تھے۔ موسم کے لحاظ سے گھوڑے مختلف مقام پر مختلف موسموں میں رکھے جاتے تھے۔ گرمیوں میں فرات کے کنارے عاقول نامی مقام پر رکھے جاتے تھے۔

فوجی محکمہ نے گھوڑوں کی نسل کا خاص طور پر لحاظ کیا۔ عربوں کے پاس اسلام سے پہلے ایسی اچھی نسل کے گھوڑے نہ تھے۔

چونکہ ابھی تک مسلمانوں کی بحری فوج قائم نہ ہوئی تھی اس لئے حضرت عمرؓ نے فوجی چھاؤنیوں کے لئے ایسے مقامات چُنے تھے جو سمندر کے ساحل کے قریب تھے تاکہ بحری حملوں کی روک تھام کر سکیں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں منظم فوج کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ گئی۔ یہ تمام فوج ہتھیار بند رہتی تھی۔ اس کے علاوہ بیس ہزار فوج ہر سال تیار رہتی تھی۔

فوجوں کے کھانے پینے یعنی رسد کا انتظام بھی حضرت عمرؓ نے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیا تھا۔ فوجی چھاؤنیوں میں گودام قائم کئے گئے۔ ان گوداموں سے فوجوں کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں۔ فوجوں

کی صحت اور تندرستی کے خاص خاص قاعدے مقرر کئے گئے تھے۔

۱- جاڑوں میں ایسے ملکوں پر فوج کشی کی جاتی تھی جو گرم ہوتے تھے اور گرمیوں میں ایسے ملکوں پر جو سرد ہوتے تھے۔

۲- موسم بہار میں فوجوں کو ایسے مقامات پر بھیجا جاتا تھا جو پُر فضا ہوتے تھے اور جہاں کی آب و ہوا اچھی ہوتی تھی۔

۳- فوجیوں کے لئے دوڑ، تیراکی اور جسمانی تربیت کے لئے مختلف قسم کی ورزشیں مقرر تھیں۔

فوجوں کی ہفتہ وار چھٹی جمعہ کو ہوا کرتی تھی۔ اور سال میں دو دفعہ سپاہی اپنے گھروں کو جا سکتے تھے۔ فوجیوں کو یہ تمام آرام اور آسانیاں دی گئی تھیں۔ ان کے لئے یہ ہدایات جاری تھیں کہ وہ نرم کپڑے نہ پہنیں، حماموں میں نہ نہائیں اور گھوڑوں پر رکاب کے سہارے نہ سوار ہوں۔

ہر فوج کے ساتھ ایک افسر خزانہ ہوتا تھا۔ اس کے متعلق پورا دفتر اور اس کے کام کرنے والے ہوتے تھے۔ ہر ایک فوج کے ساتھ کئی کئی ترجمان ہوا کرتے تھے۔ قاضی، طبیب اور جراح بھی ساتھ ہوا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ اپنی فوجوں کے افسروں کو احکامات بھیجتے رہتے تھے کہ ہر ایک سپاہی ان چار باتوں میں ماہر ہو۔ (۱) تیراکی (۲) گھوڑ دوڑ (۳) نشانہ بازی (۴) ننگے پاؤں چلنا۔

ہر ایک فوجی کے لئے ضروری تھا کہ وہ یہ چیزیں اپنے ساتھ رکھے: (۱) سوئیاں (۲) سوئے (۳) ڈورے (۴) قینچی (۵) گھوڑے کا توبڑا (۶) قلعوں پر حملہ کرنے کے اوزار، خصوصیت سے لکڑی کا ایک بُرج جس میں کئی خانے ہوتے تھے۔ اس میں سپاہی بیٹھ جاتے تھے اور قلعوں پر حملہ کرتے تھے۔ اس میں بیٹھ کر پتھر پھینکتے تھے۔ یہ برج ہر ایک فوج کے ساتھ ہوتا تھا۔

پُل، راستے اور سڑکیں تیار کرنے کے لئے فوجوں کا ایک خاص دستہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ کام مفتوحہ قوموں سے بھی لیا جاتا تھا۔ مصر فتح ہونے کے بعد قبطیوں نے یہ کام اپنے ذمہ کرا لیا اور ملک کی فتح میں مسلمانوں کی بڑی مدد کی۔ چونکہ مسلمانوں کا برتاؤ مفتوحہ لوگوں کے ساتھ بہت اچھا تھا اس لئے یہ لوگ مسلمانوں کی ہر طرح سے مدد کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمانوں کے سامنے بحری فوج کی کئی تجویزیں تھیں۔ چونکہ حضرت عمرؓ کی جانشینی کے زمانہ میں ایران سے بحری لڑائیوں میں مسلمانوں کو بڑی تکلیفیں اُٹھانی پڑی تھیں، اس لئے حضرتِ عمرؓ بحری جنگ کے خلاف ہو گئے تھے۔ امیر معاویہ شام کے حاکم نے بار بار بحری فوج کے قیام کی اجازت مانگی لیکن حضرت عمرؓ نے اجازت نہ دی

حضرت عثمانؓ کی جانشینی کے زمانہ میں امیر معاویہ نے ایک دفعہ

پھر درخواست کی اور بحری فوج کی اہمیت بتائی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے قبضہ میں کئی جزیرے بھی آ گئے تھے جن کی حفاظت کے لئے بحری فوج کی ضرورت تھی۔ اس لئے حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہ کو اس شرط پر اجازت دے دی کہ کسی مسلمان سے بحری فوج میں بھرتی کے لئے زبردستی نہ کی جائے۔ امیر معاویہ نے اس شرط کو قبول کر کے بحری بیڑے کے انتظامات شروع کئے۔ چند ہی برس میں اسلامی بیڑے کو اتنی ترقی دی کہ رومیوں کے بیڑے سے اسلامی بیڑا بڑھ گیا۔ ۳۱ھ ہجری میں قیصر روم نے چھ سو جنگی کشتیوں کے ذریعہ شام کے ملک پر حملہ کیا تو اسلام کے امیر البحر عبداللہ بن ابی سرح نے سمندر میں مقابلہ کر کے رومی بیڑے کو زبردست شکست دی۔

اسلامی بحری بیڑے کے قیام کے بعد بحیرۂ روم مسلمانوں کا جولانگاہ بن گیا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مسلمانوں نے فوجی کاموں میں بڑی ترقی کی۔ حضرت عثمان کے بعد حضرت علیؓ کے زمانہ میں بھی وہی نظام برقرار رہا۔ حضرت علیؓ کے بعد مسلمانوں میں آپس میں کچھ خانگی جھگڑے پیدا ہو گئے اس لئے فوجی کاموں کی ترقی کچھ رک گئی لیکن پھر آگے چل کر اموی حکومت کے زمانہ میں فوجی کاموں میں بڑی ترقی ہوئی۔

اموی حکومت کی فوجی طاقت بڑی زبردست تھی۔ اسی زمانے میں بڑے بڑے اولوالعزم سپہ سالار پیدا ہوئے جنھوں نے اسلامی

فتوحات کو ایک طرف مشرق میں چین کی سرحدوں تک پہنچا دیا اور دوسری طرف مغرب میں فرانس کی سرحدوں تک۔ خشکی اور تری میں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان پھیلے ہوئے تھے۔

ولید بن عبدالملک کا زمانہ مسلمانوں کی فتوحات کا عہد زریں ہے۔ یہ زمانہ اسلام کے نامور سپہ سالاروں کی وجہ سے بہت مشہور ہے جن میں سے چند سپہ سالاروں کا ہم یہاں تعارف کراتے ہیں۔ باقی ان کے تفصیلی کارنامے تم بڑے ہو کر بڑی بڑی کتابوں میں پڑھنا۔

(۴)

حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

"نبی کو زیب نہیں دیتا کہ جب وہ ہتھیار

لگائے تو لڑے بغیر اُنہیں اتار دے"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم

۲ "وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا"

(انجیل)

(۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم

رسولِ خدا کا یہ کمال ہے کہ آپؐ انسانوں کے لئے ایک مکمل نمونہ ہیں۔ ان کی مقدس زندگی اگر ایک حکمران کے لئے نمونہ کا کام دیتی ہے تو ایک مزدور کے لئے بھی وہی کام دیتی ہے اگر امیر کے لئے اس میں ہدایت ہے تو غریب کے لئے بھی ہے جہاں ایک فاتح کی رہنمائی کر سکتی ہے۔ وہاں مظلوموں اور محکوموں کے لئے مشعلِ ہدایت ہے۔

غرض زندگی کے جتنے شعبے ہیں حضور کی زندگی ان میں سب انسانوں کے لئے کامل نمونہ ہے۔ آدمی کی خواہ کوئی حیثیت ہو، ادنیٰ سے لے کر عالم تک۔ عامی سے لیکر بڑے تک۔ سپاہی سے لے کر سپہ سالار تک غرض ہر حالت اور ہر حیثیت کے انسان کے لئے رسولِ خدا کی زندگی ایک مکمل نمونہ ہے اس جگہ ہم یہ بتاتے ہیں کہ رسولِ خدا کی زندگی بحیثیت سپہ سالار کے کیسی تھی؟

رسولِ خدا یتیم پیدا ہوئے۔ دادا اور دادا کے بعد چچا نے پرورش کی۔ تجارتی کام سکھایا۔ شادی کرائی، چالیس برس کی عمر میں

آپ کو خدا نے رسالت کی نعمت عطا کی۔ تیرہ سال تک مکّے کی گلی گلی میں پھر کر اسلام کی آواز لوگوں تک پہنچائی مگر مکّہ والوں نے اس نعمت کی قدر نہ جانی اور آپ کے جانی دشمن بن گئے۔ تو آپؐ نے اور آپؐ کے جاں نثار ساتھیوں نے مکّے کو خدا کے حکم سے چھوڑ دیا۔ اور مدینے جا کر بس گئے۔ مگر مکّے والوں کو ان کا مدینہ میں بھی سکون سے رہنا اچھا نہ لگا۔ اس لئے انہوں نے مدینہ پر حملہ کی تیاری کی ان کا ارادہ یہ تھا کہ مسلمان دنیا میں نہ رہیں انہیں ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔

مکّے والوں نے ایک خط مدینہ کے رئیس عبداللہ بن اُبی کو لکھا "تم نے ہمارے آدمی کو اپنے یہاں پناہ دی ہے یا تو تم اس کو قتل کر دو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ سب لوگ تم پر حملہ کر کے تمہارے گھروں پر قبضہ کر لیں گے۔

جب رسولؐ خدا مکّے سے مدینے ہجرت کر کے تشریف لائے تو انصار نے آپؐ کو پناہ دی تھی اب سارا عرب آپؐ کا مخالف تھا، اور آپؐ کے ساتھیوں کو ساری ساری رات ہتھیار بند ہو کر رہنا پڑتا تھا۔

جب دشمنوں کے ظلم کی انتہا ہو گئی تو ان کو خدا کی طرف سے ان الفاظ میں لڑنے کی اجازت ملی جن سے لڑائی کی جاتی ہے۔ (یعنی مسلمان) ان کو اب لڑائی کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور خدا ان کی مدد پر ضرور قادر ہے۔"
مدینے میں رسولِ خداؐ کو سب سے پہلے بدر کی لڑائی کے لئے تیاری کرنی پڑی۔ مسلمانوں کو آ کر بسے ہوئے تھوڑے دن ہوئے تھے ان کی تعداد کم تھی۔ یعنی لڑنے کے قابل کل ۳۱۳ مسلمان مل سکے۔ مکّے والے پورے لاؤ لشکر اور ساز و سامان کے ساتھ میدانِ جنگ میں آئے۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ یہ ایک ہزار تجربہ کار بہادر تھے۔ ان کے ہتھیار نئے تھے اور ان کے سامان بھی بڑی مقدار میں موجود تھا۔

مسلمانوں کی حالت ہر طرح سے دشمنوں کے مقابلے میں کمزور تھی۔ ان تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمیوں میں بھی بچے، بوڑھے، نوجوان سب ہی طرح کے تھے، انصار جو کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ انہیں لڑائی کا تجربہ نہیں تھا۔ مہاجرین زیادہ تر ضعیف تھے اور انہیں کھانے کو بھی پیٹ بھر کر نہیں ملتا تھا۔

گو بہ ظاہر مسلمانوں کی طرف تمام کمزوریاں جمع ہو گئی تھیں۔ مگر کمزوروں کا مددگار اللہ تھا۔ ان تین سو تیرہ کمزور سپاہیوں کا سپہ سالار ہمارا پیارا ہادیؐ تھا جس کے سر پر اللہ کا طاقتور ہاتھ تھا۔

دونوں فوجیں بدر نامی مقام پر مقابلے کے لئے آمنے سامنے آئیں۔ رسولِ خداؐ اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے۔ آپؐ کے لئے مسلمانوں نے ایک چھپر کھڑا کر دیا گیا اسی میں ساری رات خدا سے

اسلام کی فتح کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔

صبح ہوئی تو رسولِ خدا نے اسلامی فوجوں کی صف بندی فرمائی۔ حضورؐ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا جس کے اشارے سے صفیں سیدھی فرماتے جاتے تھے۔ کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ رہنے پائے۔

جب صف بندی ہو چکی تو آپؐ نے چھپر میں جا کر خدا کے حضور میں نہایت عاجزی سے اس طرح دعا مانگی "اے خدا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما" یہ دعا اتنی عاجزی، انکساری اور محویت کے ساتھ کی جا رہی تھی کہ آپ کے کندھوں سے بار بار چادر گر جاتی تھی۔

آپؐ نہایت بے خودی اور انکساری کی حالت میں گڑگڑا کر خدا سے دعا کر رہے تھے "اے خدا اگر آج یہ چند ہستیاں مٹ گئیں تو پھر قیامت تک تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا"

رسولِ خدا کی یہ حالت دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور آپ نے گذارش کی "اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا" آپ ایک آیت پڑھتے ہوئے چھپر سے نکلے جس کا ترجمہ یہ ہے "فوج کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر دے گی"

اب آپؐ میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور لڑائی شروع ہوئی۔ پہلے تو دونوں طرف کے پہلوان ایک دوسرے کے ساتھ زور آزمائی کرتے رہے مکے کے بہت سے بڑے بہادر مارے گئے۔ اس کے بعد کافروں نے ایک زور کا حملہ کیا۔ ادھر رسولِ خدا

نے مسلمانوں کو ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ اسی عام حملے میں دو مسلمان نوجوانوں نے ابوجہل کا کام تمام کر دیا۔

ابوجہل کی اسلام دشمنی مشہور ہے۔ مکہ والوں کا سب سے بڑا سردار یہی تھا۔ اس کی بے وقوفی کی وجہ سے اس کا نام ابوجہل "جہالت کا باوا" پڑ گیا۔ ابوجہل کی موت نے مکے والوں کے چھکے چھڑا دئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ اور فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔

مکے والوں کے بڑے بڑے سردار قیدی بن گئے تھے۔ ان کے ساتھ مسلمانوں نے بڑی نرمی اور مہربانی کا سلوک کیا۔ رسولِ خدا کے فرمان کے مطابق دو دو چار چار قیدی مسلمانوں کے گھروں میں ٹھہرائے گئے آپ کی سخت تاکید تھی کہ قیدیوں کو اچھا کھانا کھلاؤ۔ مسلمان خود کھجوروں پر گذر کرتے اور ان کو اچھا کھانا کھلاتے۔ کچھ قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے مسلمانوں نے انہیں کپڑے پہنائے۔ حضرت عباسؓ جنگ بدر کے وقت مسلمان نہ تھے بہت اونچے قد کے تھے کسی کا کرتہ ان کے ٹھیک نہیں آتا تھا اسلام کے ہادی اور سپہ سالار نے عبداللہ بن اُبَی (نام کے مسلمان) یعنی منافق سے کرتہ منگا کر دیا۔

قیدیوں کے بارے میں مسلمانوں کی مختلف رائیں تھیں۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ سب کو قتل کر دیا جائے مگر آخر یہ فیصلہ ہوا کہ

قیدیوں سے کچھ روپیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ اور جن کو لکھنا پڑھنا آتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک مدینہ کے دس مسلمان لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر رہائی حاصل کرے۔

ابو العاص رسولِ خدا کے داماد تھے ان کے پاس فدیہ دینے کو روپیہ نہ تھا۔ انہوں نے حضرت زینب کو کہلا بھیجا کہ کچھ رقم بھیج دیں۔ وہ اس وقت مکہ میں تھیں۔ ان کے پاس نقد روپیہ تو نہ تھا۔ اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا جہیز میں دیا ہوا ہار موجود تھا۔ انہوں نے وہی اپنے میاں کے فدیہ کے لئے بھیج دیا۔ جب یہ ہار اسلام کے ہادی اور سپہ سالار رسولِ خدا کے سامنے پیش ہوا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور مسلمانوں سے فرمایا۔ "اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو۔" مسلمانوں نے آپ کے حکم پر ہار واپس کر دیا۔

جنگ بدر ایک انوکھی جنگ تھی۔ آج تک ایسی جنگ دنیا میں نہ لڑی گئی ہوگی۔ تم پوچھو گے کیسے؟ آؤ ہم بتائیں۔ ذرا غور سے سننا۔ بدر کی لڑائی میں باپ بیٹے کے مقابلے پر صف آرا تھا اور بیٹا باپ کے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے بیٹے کے مقابلے کے لئے تلوار لے کر نکلے جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ عتبہ کے بیٹے حضرت حذیفہؓ جو مسلمان ہو چکے تھے۔ اپنے باپ کے مقابلے میں نکلے اور اپنے باپ کی گردن اڑانے کے لئے تیار تھے۔

یہ تھا اسلام کی محبت کا وہ گہرا جذبہ جس کے سامنے عزیزی رشتہ داری کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ اسلام ہی ان کے لئے سب کچھ تھا۔

اس لڑائی میں خدا نے مسلمانوں کو فتح دی اور مکے والوں کو شکست۔ رسولِ خدا اسلامی فوجوں کے سپہ سالار تھے۔ آپ نے دنیا کو دکھا دیا کہ تین سو تیرہ سچے ایمان والے سپاہی ایک ہزار تجربہ کار سپاہیوں سے مقابلہ کر کے جیت سکتے ہیں اور دنیا میں ہمیشہ کے لئے ایک نمونہ قائم کر سکتے ہیں بدر کی جنگ میں جو اسلامی فوج لڑی اس فوج میں اور سپہ سالار میں یہ خوبیاں تھیں:-

(۱) سپہ سالار دو جہان کے سردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(۲) اسلامی فوج کا یہ مقدس سپہ سالار خدا کے وعدہ پر پورا پورا یقین اور ایمان رکھتا تھا۔

(۳) سپاہیوں میں ایک ہی خیال تھا کہ اسلام کا نام بلند اور اس کا بول بالا ہو، عزیزداری اور رشتہ داری کے تعلقات اس راہ میں رکاوٹ نہ تھے۔

(۴) رسولِ خدا کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

یہی فوج تھی کہ جس کے سپہ سالار رسولِ خدا اور جس کے سپاہی آپ کے مخلص ساتھی تھے۔ یہ لڑائی خالص عبادت تھی۔ اس لڑائی میں صرف ۱۴ مسلمان شہید ہوئے۔ اور مکے والوں کو سخت شکست،

ہوئی۔ اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور مسلمانوں کی بہادری کی دھاک تمام عرب پر بیٹھ گئی۔

۳ھ میں مکّے والوں نے بدر کا انتقام لینے کے لئے مدینہ پر چڑھائی کی۔ مکہ والوں نے بڑی زبردست تیاری کی تھی۔ ان کی فوج تین ہزار تھی۔ ان میں سے سات سو زرہ پوش تھے اور سات سو گھوڑا سوار تھے۔ تین ہزار اونٹ تھے۔

مسلمانوں کی کل فوج سات سو تھی۔ اس میں کم عمر لڑکے بھی تھے اور بوڑھے بھی۔

اس لڑائی میں بھی اسلامی فوج کے سپہ سالار رسولِ خدا تھے۔ آپ نے مسلمانوں کی فوج کی اس طرح صف بندی کی کہ اُحد کا پہاڑ ان کی پشت پر تھا۔ تاکہ ضرورت کے وقت مسلمان پہاڑ کی پناہ لے سکیں۔

اُحد کے پہاڑ میں ایک درّہ تھا جس سے دشمن کے حملہ کا ڈر تھا۔ رسولِ خدا نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ وہاں مقرّر فرما دیا۔ اور ان کو سخت تاکید فرمائی کہ لڑائی میں فتح ہی کیوں نہ ہو جائے۔ مگر وہ درے سے نہ ہٹیں۔

بڑی زور شور سے لڑائی شروع ہوئی دونوں طرف سے بہادر نکلے مسلمانوں نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ جدھر حملہ کرتے دشمنوں کو ختم کرتے چلے جاتے تھے۔

اس گھمسان کی لڑائی میں ایک حبشی غلام حضرت حمزہؓ کی تاک میں تھا اُس نے ان کے ایک چھوٹا سا نیزہ مارا۔ جو ناف میں لگا اور حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابو دجانہؓ کے بہادرانہ حملوں سے مکے والوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔ وہ مایوس ہو کر پیچھے ہٹے اور اسلام کے سات سو جانبازوں نے تین ہزار فوج کو بھگا دیا۔

جب فتح ہوئی تو مسلمانوں نے مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ درّہ کے محافظ تیر اندازوں نے جب یہ دیکھا کہ اسلامی فوج مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہے تو وہ بھی اس میں شریک ہونے کے لئے درّہ کو چھوڑ کر وہاں آ گئے۔ مکّہ والوں کو موقع مِلا اور انہوں نے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ وہاں جو مسلمان تھے۔ وہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب رستہ صاف تھا۔ دشمن مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔

اب مسلمان دشمنوں کے نرغے میں آ گئے۔ آگے سے تیر برستے تھے اور پیچھے سے تلواریں۔ دوست دشمن سب گڈمڈ ہو گئے۔ بعض مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور بہت سے کافر کافروں کے ہاتھوں مارے گئے تمام فوج تتر بتر ہو گئی۔ خود رسولِ خدا بھی دشمنوں کے نرغے میں آ گئے۔ آپ پر دشمنوں نے تیر برسائے لیکن اسلام کے سچے جاں نثاروں نے آپؐ کے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا۔

جو تیر آتے تھے ان پر پڑتے تھے۔ ایک دشمن نے گھیرے کو توڑ کر رسولِ خدا کے مُبارک چہرہ پر تلوار ماری۔ جس سے آپ کے خود کی دو کڑیاں چہرہ مُبارک میں چُبھ گئیں اور آپ کے دو دانت شہید ہو گئے جب لڑائی کا زور ختم ہوا تو رسولِ خدا اور مسلمان اُحد کی ایک اونچی چوٹی پر پناہ لینے گئے جہاں دشمن نہیں پہنچ سکتے تھے۔ مکّہ والوں کی فوج کا سپہ سالار ابو سفیان وہاں بھی حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن رسولِ خدا کے جاں نثاروں نے تیر برسانے شروع کر دیے جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکا۔

جب لڑائی تھمی تو مسلمانوں کی فوج زخموں سے چُور تھی۔ ستّر مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ لیکن آخر کار فتح مسلمانوں کی ہوئی۔ ابو سفیان فوج لے کر بھاگا، رسولِ خدا نے اس کے پیچھے مسلمانوں کو بھیجا۔ لیکن وہ سیدھا مکّہ چلا گیا۔

اُحد میں فتح تو مسلمانوں ہی کو ہوئی لیکن رسولِ خدا کے حکم کی ذرا سی نافرمانی کرنے سے مسلمانوں کو تکلیف بہت پہنچی اس "تکلیف کے بعد میدانِ جنگ مسلمانوں ہی کے ہاتھ رہا۔

جنگِ اُحد کے بعد مسلمانوں کو بہت بڑی جنگ کا سامنا کرنا پڑا جس کا نام جنگِ اَحزاب ہے۔ اَحزاب کے معنی ہیں "گروہ" کے۔ یہ لڑائی عرب کے تمام گروہوں یا اسلام کے تمام مخالف قبیلوں نے اسلام کو دنیا سے مٹانے کے لئے مل کر کی تھی۔ اس لڑائی کا دوسرا نام جنگِ خندق بھی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۵ھ میں مکہ والوں نے مدینے کے منافقوں کو لکھا: "آؤ ہم تم مل کر اسلام کی بیخ کنی کریں۔" اس کے علاوہ عرب کے جتنے مخالف قبیلے تھے ان سب نے مل کر ایک جتھا بنایا۔ چوبیس ہزار فوج تیار ہوئی۔ رسولؐ خدا نے جب یہ خبر سُنی تو تمام مسلمانوں کو جمع کرکے مشورہ کیا کہ اس حملہ کا کس طرح مقابلہ کیا جائے؟

حضرت سلمانؓ فارسی جو ایران کے رہنے والے تھے اور حضورؐ کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گئے تھے، مشورہ دیا کہ مدینے کے چاروں طرف ایک گہری خندق کھود دی جائے۔ اس کے ذریعہ شہر میں اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔

حضورؐ نے اس مشورہ پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اب رسولِ خدا اور تمام مسلمانوں نے خندق کھودنے کے اوزار جمع کئے اور خندق کی جگہ کو ناپ کر تمام مسلمانوں میں یہ کام تقسیم کر دیا۔ خود بھی آنحضرت مزدوروں کی طرح خندق کھودنے لگے۔ خندق میں ایک سخت چٹان آگئی۔ کسی مسلمان سے وہ نہ ٹوٹتی تھی۔ آپ نے اس چٹان پر تین دفعہ پھاوڑا مارا۔ پہلی دفعہ چٹان ٹوٹی اور اس میں سے روشنی ظاہر ہوئی۔ رسولؐ خدا نے فرمایا:۔ "مجھے روم کی چابیاں مل گئیں۔" دوسری چوٹ پر پھر روشنی ظاہر ہوئی آپ نے فرمایا:۔ "مجھے یمن کی چابیاں دی گئیں، مجھے شام اور مدائن کے شاہی محل دکھلائے گئے۔" آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا "جبریلؑ نے مجھے ابھی اطلاع دی ہے کہ روم، شام، ایران، اور یمن کی حکومت میری اُمت

کو ملے گی۔

ذرا سوچو تو تمام عرب مدینہ پر حملہ کر رہا ہے۔ ۲۴ ہزار دشمن مٹھی بھر مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے مدینے کے پاس پہنچ چکے ہیں، ایسے وقت میں روم، ایران، اور یمن کی حکومت کے نظارے دکھائے جائیں۔ یہ بات انسان کے وہم و گمان سے بالاتر ہے سوائے خداوند عالم کے قدرت کے ان رازداروں کو کون جان سکتا ہے؟ اور ظاہر کر سکتا ہے؟

آگے چل کر تمہیں معلوم ہوگا کہ رسولِ خدا کی اُمت روم، ایران اور یمن پر کس طرح قابض ہوئی؟ کیسے شام، مدائن اور صنعا کے شاہی محلات مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے؟ حضور کا یہ ارشاد حرف بحرف پورا ہوا تم تاریخ کی کتابوں میں یہ سارے واقعات پڑھ سکتے ہو۔

جب خندق تیار ہو گئی تو رسولِ خدا ایک پہاڑ کو پشت پر رکھ کر اپنی فوج کی صف بندی کی اور مسلمان عورتوں کو محفوظ قلعوں میں پہنچا دیا گیا۔ ۲۴ ہزار دشمنوں نے ابوسفیان کی سپہ سالاری میں مدینے کا محاصرہ کر لیا۔

مسلمانوں اور رسولِ خدا نے بڑی بہادری اولوالعزمی اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ محاصرہ کو تقریباً بیس دن ہو گئے۔ لمبے محاصرے سے تھکے والے پریشان ہو گئے۔ ان کو کھانے پینے کی چیزوں کا ملنا دشوار ہو گیا۔

خدا نے مسلمانوں کی اس طرح مدد کی کہ ایک دن زور کی آندھی آئی۔ مکّہ والوں کے خیمے گر گئے۔ ان کے کھانے کے برتن اُلٹ پلٹ گئے۔ ابو سفیان ڈر گیا۔ اس نے اپنی فوج کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ مکّہ والے اور تمام اسلام کے مخالف قبیلے والے ناکام واپس چلے گئے۔

خیبر کی جنگ ۷ھ میں ہوئی خیبر ایک قصبہ کا نام تھا جس میں یہودی رہتے تھے۔ یہودیوں نے اپنے وعدے کے خلاف خندق کی لڑائی میں مکّہ والوں کا ساتھ دیا تھا اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنا پورا زور لگایا تھا۔ اس لئے رسولؐ خدا نے ان کو وعدہ خلافی کی سزا دینے کے لئے ایک ہزار چھ سو مسلمانوں کے ساتھ ان پر چڑھائی کی چھ دن تک ان کا محاصرہ کیا۔ آخر ساتویں روز مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

یہودیوں کی بے ایمانی سے رسولؐ خدا تنگ آ گئے تھے مسلمانوں کو انہوں نے بہت نقصان پہنچایا تھا۔ آپؐ نے ان کو حکم دیا تھا کہ خیبر سے نکل جائیں یہودیوں نے درخواست کی کہ زمین ان کے قبضہ میں رہنے دیں۔ آدھی پیداوار مسلمانوں کو دیں گے۔ آپ نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی۔

اس لڑائی میں بھی اسلامی فوجوں کی سپہ سالاری رسولِؐ خدا نے کی۔ یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے۔ رسولؐ خدا نے

ان تمام قلعوں کا محاصرہ کرایا۔ اور سات دن میں سارا خیبر فتح کرلیا۔

حدیبیہ کا صلح نامہ جو مسلمانوں اور مکہ والوں میں ہوا تھا۔ مکہ والوں نے اس کو توڑ دیا تھا۔ ۸ھ میں رسولِ خدا کی سپہ سالاری میں دس ہزار مسلمان مدینے سے مکے کو روانہ ہوئے۔ راستے میں مسلمانوں کے ساتھی قبیلے بھی ساتھ ہونے گئے۔ یہاں تک کہ مکہ کے پاس پہنچ گئے۔

مکہ والے ڈرے انہوں نے ابو سفیانؓ کو دو تین آدمیوں کے ساتھ رسولؐ خدا کی خدمت میں بھیجا۔ ابو سفیانؓ کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے رسولِ خدا سے اس کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی۔ مگر رحمتِ عالم نے معاف کردیا۔ ابو سفیانؓ وہیں مسلمان ہوگیا۔

رات کے وقت رسولِ خدا نے مسلمان فوجوں کو حکم دیا خوب روشنی کریں۔ لوگوں نے اپنے آقا کے حکم کے مطابق آگ روشن کی۔ صبح ہوئی لشکرِ اسلام مکہ کی طرف بڑھا آپ نے فوج کو ہدایت فرمائی۔

۱۔ جو لوگ خانہ کعبہ میں پناہ لیں۔

۲۔ جو لوگ ابو سفیانؓ کے گھر میں پناہ لیں۔

۳۔ جو لوگ اپنے گھروں کے دروازے بند کرلیں۔ انہیں قتل نہ کیا جائے۔

اب فوج آگے بڑھی" دس ہزار قدوسیوں" کے سردار مکہ میں

اس شان سے داخل ہوئے کہ ایک اونٹ پر سوار ہیں ان کے پیچھے ان کا آزاد کردہ غلام زید کا بیٹا اُسامہؓ ہے۔ سر جھکائے سورۂ الفتح پڑھتے ہوئے۔

آپؐ خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے، کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک صاف کر کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے کہ جنہوں نے اکیس سال تک مسلسل آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دی تھیں۔ کوئی اور سپہ سالار ہوتا تو اپنے دشمنوں کو فوراً تلوار کے گھاٹ اتارتا۔ مگر یہاں کیا ہوا؟ مکہ کے تمام مجرم آپؐ کے سامنے ہیں۔ آپؐ اُن سے پوچھتے ہیں "آج تم لوگ مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟" مکے کے مجرم جانتے تھے کہ رحمتِ عالم معاف فرما دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا۔ وہ یہ تھا۔ "تم پر آج کوئی الزام نہیں ہے۔ جاؤ تم آزاد ہو۔"

فتح مکہ نے کفر کی کمر توڑ دی۔ تمام لوگ جوق در جوق اسلام کے حلقے میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

فتح مکہ کے بعد حُنین کی لڑائی پیش آئی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو پہلے شکست ہوئی پھر فتح، یہ دوسری لڑائی تھی جس میں مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔

اُحد کی لڑائی میں شکست کھانے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے اپنے سپہ سالار یعنی رسولِ خدا کے حکم کے خلاف کیا تھا۔

پیچھے تم پڑھ آئے ہو کہ اُحد کی لڑائی میں آپ نے تیر اندازوں کی ایک ٹولی درہ کی حفاظت کے لئے مقرر فرمائی تھی کہ ہمیں خواہ فتح ہو یا شکست تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے تو تیر اندازوں نے خیال کیا کہ اب کیا ہے - انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور لوٹ میں آکر شریک ہو گئے دشمنوں نے موقع پاکر پیچھے سے حملہ کر کے فتح کو شکست میں بدل دیا لیکن رسولؐ خدا کی سپہ سالاری نے اس شکست کو پھر فتح کی صورت دیدی۔ اسی طرح حُنین کی لڑائی میں مسلمانوں نے یہ خیال کیا کہ اب کیا ہے۔ اب تو ہم بہت ہیں ہمارا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ اس غرور کو توڑنے اور مسلمانوں کو یہ سمجھانے کے لئے کہ گھمنڈ بہت بُری چیز ہے۔ پہلے مسلمانوں کو شکست ہوئی پھر فتح۔

یہ اسلامی فوج کے سپہ سالار کی ہمت اولوالعزمی، ثابت قدمی ہی تھی جس وجہ سے شکست فتح میں تبدیل ہو گئی۔ نہیں تو ہوتا یہ ہے کہ جب فوج کے ایک دفعہ پاؤں میدانِ جنگ سے اکھڑ جاتے ہیں تو پھر نہیں جمنے پاتے۔ لیکن رسولِ خدا کی سپہ سالاری نے شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حُنین کی لڑائی میں مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ تب بھی رسولِ خدا اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور مسلمانوں کو اپنی طرف بلاتے رہے اور فرما رہے تھے "میں نبی ہوں اس میں

ذرا جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں"

اس وقت ایک عجیب نظارہ تھا چاروں طرف سے تیروں کا مینہہ برس رہا تھا اور مسلمانوں کی ساری فوج تتر بتر ہو گئی تھی ایسی حالت میں مسلمانوں کی فوج کے سپہ سالار مسلمانوں کے ہادی حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم تنِ تنہا میدانِ جنگ میں کھڑے ہیں اور شکست کھائی ہوئی فوج کو واپس بُلا رہے ہیں۔

حضرت عباسؓ لوٹ کر حضور کے پاس پہنچتے ہیں اور مسلمانوں کو پکارتے ہیں "اے انصار! اے رضوان کی بیعت کرنے والو! حضرت عباس کی یہ آواز میدان جنگ میں گونج اٹھتی ہے۔ اور مسلمان فوراً جمع ہونے لگتے ہیں۔ اب جو یہ ہمت دلیری اور بہادری سے لڑے تو اللہ نے انہیں فتح عطا کی۔

حُنین میں جو کافروں کے قبیلے لڑ رہے تھے انہوں نے جا کر طائف کے قلعوں میں پناہ لی۔ آپؐ نے طائف کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد یہ محاصرہ اٹھا لیا اور طائف والے آ آکر مسلمان ہونے لگے۔ اس طرح حُنین اور طائف کی فتح بھی مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔

اس کے بعد ۹ھ میں مسلمانوں کو رسولِ خداؐ کی سپہ سالاری میں جنگِ تبوک کے لئے تیاری کرنی پڑی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ کو خبر پہنچی کہ روم کے بادشاہ نے شام کی سرحد پر بہت سی فوج

جمع کی ہے اور وہ مدینے پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

اس زمانے میں قحط تھا، پانی نہیں برسا تھا۔ آپؐ نے مسلمانوں سے چندہ مانگا۔ انہوں نے خوب دل کھول کر مدد کی۔ اس موقع پر سچے مسلمانوں اور نام کے مسلمانوں کا فرق ظاہر ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ نام کے مسلمانوں (منافقوں) نے اس موقع پر کچھ مدد نہ کی۔ بہانے بناتے رہے۔

اس لڑائی کی سپہ سالاری بھی رسولِ خداؐ نے فرمائی تھی آپؐ کی سپہ سالاری میں اسلامی فوج تبوک پہنچی۔ ادھر سے کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ آپ نے بیس دن وہاں قیام فرمایا کئی عیسائی حاکموں نے آپؐ کی اطاعت قبول کی۔ تبوک کے بعد رسولِ خداؐ نے سنہ ۱۰ھ میں آخری حج کیا جس میں مسلمانوں کو رہنے، سہنے لڑائی اور صلح کے اصول بتا کر اس دنیا میں اپنے پیچھے اپنے اچھے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت چھوڑ کر رحلت فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

رسولِ خدا نے اپنی بہادرانہ اور مجاہدانہ زندگی کے نمونے سے ہمیں یہ بتایا کہ ہمیں ہمیشہ بہادری سے کام لینا چاہئے اور مجاہدوں کی سی زندگی بسر کرنا چاہئے۔

یوں تو تمام نبی بہادر، مجاہد، اولوالعزم اور ثابت قدم تھے۔

لیکن رسولِ خدا جس طرح تمام نبیوں کے سردار تھے۔ اسی طرح بہادری، اولوالعزمی اور دلیری میں آپؐ ایک پہاڑ کی طرح تھے جس کو دُنیا کی کوئی چیز ہلا نہ سکتی تھی۔

جنگِ اُحد کے وقت آپؐ نے اپنے جانثاروں کے ساتھ مشورہ کیا تو سب نے شہر کے باہر جا کر لڑنے کی رائے دی۔ جب رسولؐ خدا زرہ پہن کر تشریف لے آئے تو جاں نثار ساتھیوں نے رُک جانے کا مشورہ دیا۔ مگر تیار ہونے کے بعد ہتھیار کھول دینا آپ کی سپاہیانہ غیرت کب گوارا کر سکتی تھی؟ آپ نے فرمایا "نبی کو زیب نہیں دیتا جب وہ ہتھیار لگا لے تو لڑے بغیر اُتار دے"۔

حُنین جیسی گھمسان کی لڑائی میں آپ کی ثابت قدمی۔ آپؐ کے سپاہیانہ عزم و بہادری کی زبردست مثال ہے۔ دشمن کے زبردست حملے سے آپ کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مگر آپ سکون و اطمینان کے ساتھ میدان میں جمے رہے، یہاں تک کہ دشمنوں کی پوری فوج کا نشانہ صرف آپؐ ہی کی ذاتِ اقدس بن گئی۔ اس پر بھی آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے اس وقت نہایت جوشِ شجاعت کے عالم میں آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب
اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِب

یعنی میں سچّا نبی ہوں۔ میں عبدالمطّلب کا بیٹا ہوں۔

خدا کا درود، رحمت اور سلامتی اُس پیارے آقا پر جس کی زندگی انسانوں کے لئے وہ مکمّل نمونہ ہے جس کی پیروی کر کے انسان صحیح معنوں میں انسان بن سکتا ہے۔

(۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ

"وہ لشکر کیا اچھا ہے جس کے سردار

رسولِ خداؐ اور لڑنے والے حضرت علی ہوں،

جس کی لڑائی اللہ کی بندگی، جس کے مددگار

اللہ کے فرشتے، اور جس کا اجر خدا کی

خوشنودی ہو"

(حضرت حسن بصریؓ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵۹۸ء میں مکے میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام علیؓ کنیت ابوالحسن ابوتراب، لقب حیدرِ کرار ہے۔

ان کے والد ابو طالب تھے جنھوں نے رسولؐ خدا کو پالا پوسا۔ تجارتی کام سکھایا اور شادی کی۔ اور ہمیشہ آڑے وقت میں اسلام کی مدد کرتے رہے۔

حضرت علیؓ رسولِ خدا کے نہ صرف چچا زاد بھائی تھے بلکہ داماد بھی تھے۔ آپؓ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے چھوٹی عمر والوں میں سب سے پہلے یہی مسلمان ہوئے تھے۔

اپنی خلافت کے زمانے میں انھوں نے اپنے حالات بیان فرماتے ہوئے ایک مرتبہ منبر پر فخریہ کہا کہ "اے رسولِ خدا کے ساتھیو! میں تم سب لوگوں سے پہلے اس وقت اسلام لایا جب میں بچہ ہی تھا" حضرت علیؓ کو بچپن ہی سے رسولِ خدا سے بہت محبت تھی۔ ایک دفعہ رسولِ خدا نے اپنے خاندان والوں کو دعوت

پر بلایا - کھانا کھانے کے بعد فرمایا" اے خاندان کے لوگو! مجھے خدا کی طرف سے نبوّت کی نعمت ملی ہے - میری مدد کے لئے کون کون تیّار ہے"؟ سب لوگ چپ رہے۔ حضرت علیؓ بہت چھوٹی عمر کے تھے - انہوں نے کھڑے ہوکر گذارش کی :-

"اے رسولؐ خدا میں حاضر ہوں"

حضرت علیؓ کی پوری تعلیم و تربیت اور پرورش رسولِؐ خدا نے فرمائی - ان کے اخلاق میں رسولِؐ خدا کے اخلاق کا عکس نظر آتا - شجاعت بہادری، مصیبت کے وقت ثابت قدم رہنا - اپنے دشمنوں کو معاف کرنا - اسلام کی ترقّی اور بہبودی کے لئے رات دن مصروف رہنا - رات بھر خدا کی عبادت میں محو رہنا اور دن بھر اپنے دین کی حفاظت کے لئے گھوڑے کی پیٹھ پر اسلام کے مخالفوں سے لڑنے کے لئے تیّار رہنا یہ آپ کے کام تھے - آپ کا قد میانہ تھا - نہ بہت پست نہ بہت اونچا - رنگ سُرخ سفید - سر بڑا - پیشانی کُھلی ہوئی - آنکھیں بڑی بڑی اور شرمیلی - بھویں ملی ہوئی - چہرہ خوب صورت اور رُعب دار داڑھی گھنی اور گول، گردن بلّور کی طرح صاف، کندھے موزوں اور مضبوط بازو بھرے ہوئے سڈول، سینہ چوڑا، آپ بڑے سچّے اور پرہیزگار تھے - مصیبت اور تکلیف میں گھبراتے نہ تھے - خندہ پیشانی سے اس کا مقابلہ کرتے - آرام طلب نہ تھے - اپنی ذات پر ہمیشہ سختی اور تکلیف سہہ کر تنگی ترشی سے گزر کرتے - خود جَو کی روٹی کھاتے

دوسروں کی مدد کرتے۔ آپؓ نے اپنی پوری زندگی اور جو کچھ روپیہ پیسہ تھا سب اسلام کی ترقی کے لئے صرف کر دیا۔ آپؓ کی بہادری اور اولوالعزمی اسلام کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔

تم نے رسولِ خدا کے حالات میں پڑھا ہوگا کہ کافروں نے جب ہمارے پیارے رسولؐ کو مکّہ میں رہنا مشکل کر دیا اور ان کے گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پہ لٹا دیا اور حضرت علیؓ اطمینان سے چادر تان کر لیٹ گئے۔

صبح سویرے مکّہ والوں نے رسولؐ خدا کو گھر میں نہ دیکھا تو انہیں بڑی مایوسی ہوئی اور غصے سے لال پیلے ہو کر حضرت علی سے پوچھنے لگے "محمدؐ کہاں ہیں؟"۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا "کیا آپ لوگوں نے رسولِ خدا کو میرے سپرد کیا تھا؟ کیا میں اُن کی موجودگی کا ذمہ دار ہوں؟" یہ سُن کر وہ لوگ رسولِ خدا کی تلاش میں باہر نکلے۔

بدر کی لڑائی میں انہوں نے وہ بہادری دکھائی جس کی مثال دُنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ آپؓ نے اسلام کے بڑے بڑے مخالفوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

جنگِ اُحد میں انہوں نے اسلام کے دشمنوں کے گیارہ سرداروں کو ہلاک کیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں سے غلطی ہوئی تھی وہ اپنے سپہ سالار کے حکم کے مطابق نہ چلے تھے۔ اس غلطی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو

تکلیف اٹھانی پڑی تھی اور ان میں بھاگڑ پڑ گئی اور رسولِ خدا کے پاس ٹھیر نہ سکے۔ ایسے وقت میں حضرت علی سب سے پہلے رسولِ خدا کے پاس پہنچے۔ دشمن ان پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت علیؓ نے زبردست مقابلہ کر کے ان سب کو پیچھے ہٹا دیا۔

اس لڑائی میں دربارِ رسالت سے حضرت علیؓ کو ذوالفقار نامی تلوار عطا ہوئی جس سے انہوں نے اسلام کے سینکڑوں مخالفوں کا صفایا کیا، یہ مشہور فقرہ ہے لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِیُّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار یعنی حضرت علیؓ سے بڑھ کر کوئی بہادر نہیں اور ذوالفقار سے بڑھ کر کوئی تلوار نہیں۔"

جنگ خندق میں ان کی بہادری کے کارنامے بہت نمایاں ہیں۔ اسلام کے بڑے بڑے مخالفوں نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اسلام کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے مٹا دیں۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اس لئے کہ حضرت علیؓ جیسے اسلام کے مشہور بہادر جنگ جو نے ان کے تمام داؤں کو بےکار کر دیا۔ اس لڑائی کی اہمیت اسلام کی تاریخ میں بہت بڑی ہے۔ اس کے تفصیلی حالات تم بڑے ہو کر پڑھنا۔

مکہ والوں نے اپنا بدلہ لینے، رسولِ خدا اور ان کے کام کو مٹانے کے لئے عرب کے لوگوں کو اسلام کے خلاف اٹھا کر مدینہ پر حملہ کیا تھا۔ مسلمانوں نے شہر کے چاروں طرف خندق بنا کر شہر کی حفاظت کی۔ تم سمجھتے ہو گے کہ یہ خندق مزدوروں نے بنائی ہو گی۔ نہیں اس

خندق کو رسولِ خدا اور اُن کے اچھے ساتھیوں نے کھودا تھا، جو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اسی لڑائی میں حضرت علیؓ نے عرب کے سب سے بڑے پہلوان عَمرو بن عبدوُد کو ہلاک کیا تھا، جو ایک ہزار بہادروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

اس کا پورا قصہ یوں ہے کہ عبدوُد نے جنگ میں آگے بڑھ کر اپنا جوڑ لڑنے کے لئے مانگا، مسلمانوں کی طرف سے حضرت علیؓ نے رسولِ خدا سے اجازت مانگی۔ حضورؐ نے آپؓ کو اجازت دی کہ مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔

مقابلہ میں پہلے عبدوُد نے وار کیا۔ جسے انہوں نے خالی جانے دیا۔ پھر حضرت علیؓ نے شیر کی طرح حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، آپؓ نے اس کے علاوہ دشمن کے بہت سے اور بہادروں کو بھی ختم کیا۔

جنگِ خیبر کے فاتح تو حضرت علیؓ ہی ہیں۔ اس فتح کا قصہ بڑا دلچسپ ہے۔ خیبر کی لڑائی میں ایک قلعہ جس کا نام قموص تھا جو کسی طرح فتح نہیں ہوتا تھا۔ اس کا محاصرہ کیا تھا۔ محاصرہ کئے مسلمانوں کو بیس دن گذر گئے تھے۔ یوں ہی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، آخر ایک دن رسولِ خدا نے فرمایا "اب میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا۔ جو کسی لڑائی سے نہیں بھاگا۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ کا پیارا ہے۔"

دوسرے دن رسولِ خدا کے تمام جاں نثار آئے۔ اس خیال

ہے کہ شاید آج جھنڈا ہمیں مل جائے۔ حضرت علیؓ کا کسی کو خیال بھی نہ تھا کیونکہ ان کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں۔ آپ نے حضرت علیؓ کو یاد فرمایا۔ یہ آئے رسولِ خدا نے ان کی آنکھوں میں دہنِ مبارک کا لعاب لگایا جس سے وہ بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ پھر آپ نے جھنڈا دے کر فرمایا "خدا کے حوالے فتح تمہارے نام پر ہے"

حضرت علیؓ نے جاتے ہی قلعے کے نیچے جھنڈا گاڑ دیا۔ اوپر سے پہرے دار یہودی نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ جو اس طرح بے کھٹکے ہماری سرحد میں چلے آ رہے ہو؟ حضرت علیؓ نے کڑک کر فرمایا "میں علی ابن ابی طالب ہوں" جب یہودی پہرہ دار نے یہ سُنا تو وہ ڈر گیا۔ اور اپنے ساتھیوں سے کہا "خبردار ہو جاؤ، تمہاری خیر نہیں ہے"

یہودیوں کی طرف سے ایک مشہور پہلوان مرحب کا بھائی حارث میدانِ جنگ میں مقابلے کے لئے نکلا۔ اس نے پہلے ہی وار میں کئی مسلمانوں کو زخمی کیا۔ حضرت علیؓ حارث کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور آپؓ نے اُسے ایک ہی وار میں ہلاک کر دیا۔

اب مرحب اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے آگے بڑھا، وہ سر سے پیر تک لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس نے میدان میں آتے ہی حضرت علیؓ پر حملہ کیا۔ انہوں نے اس حملہ کو روک کر ایسا زور کا وار کیا کہ تلوار پڑتے ہی اس کے سر کی دو پھانکیں ہو گئیں۔

یہودیوں کی فوج یہ حالت دیکھ کر بھاگی اب ساری فوج قلعہ

قموص میں جا کر چھپی حضرت علیؓ نے قلعہ کے دروازہ کو جو نہایت مضبوط تھا اور لوہے کا بنا ہوا تھا، اپنے ہاتھوں سے اکھاڑا اور خندق پر ڈال دیا۔

اس طرح اسلامی فوج کے لئے پل تیار ہو گیا مسلمان اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے اس طرح خیبر کا مشہور قلعہ فتح ہوا اور حضرت علیؓ اسلامی تاریخ میں "فاتح خیبر" کہلائے۔

فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرنے والوں اور جَو کی روٹی سے پیٹ بھرنے والوں ہی کی وجہ سے اسلام کا باغ سرسبز اور شاداب ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ پھر اسلام کے ایسے شیدائی پیدا ہوں تاکہ اس کی کھیتی میں پھر بہار آئے۔

رسولِ خدا کی زندگی تک حضرت علیؓ تمام لڑائیوں میں حصہ لیتے رہے۔ انہوں نے فتح مکہ، طائف، حُنین وغیرہ کی جنگوں میں نمایاں حصہ لیا۔ اسلام کی فتح ان کی سچی بہادری، اولوالعزمی اور ان کی انتھک محنتوں سے ہوتی رہی اسی وجہ سے اسلامی تاریخ والے انہیں فاتح خیبر شیر خدا، حیدرِ کرّار کہتے ہیں۔

رسولِ خدا کی رحلت کے بعد حضرت علیؓ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں اسلام کی ترقی کی کوششوں میں مصروف رہے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو اپنے مفید مشوروں سے مدد دیتے چنانچہ اب لڑائیوں کے میدانوں میں جانے کے بجائے ان کا کام نئے سپہ سالاروں

کو تیار کرنا اور ان کو مشورہ دینا تھا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے اور پانچ سال تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ اور سنہ ۴۰ھ میں صبح کی نماز پڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت علیؓ اپنی جاں نثاری، بہادری، پکے ارادے، رسولِ خدا سے سچی محبت اور شیفتگی اسلام کی وجہ سے اسلامی تاریخ میں بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے اسلام کے باغ کو اپنے خون سے سینچ کر سرسبز کیا۔ خدا ان سے ہمیشہ راضی رہے اور ہم کو ان کی پیروی کی توفیق دے۔ آمین۔

(۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"میں عرب میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے
خدا کی راہ میں تیر اندازی تیر اندازی کی ہے۔
ہم لوگ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ پیڑوں کے پتّے کھا کر لڑتے تھے۔"

(حضرت سعد بن ابی وقاصؓ)

حضرت سعد بن ابی وقاص

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تعلیم سے ۱۹ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ اس وقت تک صرف سات یا آٹھ آدمی مسلمان ہوئے تھے۔

ان کی ماں کو جب ان کے مسلمان ہونے کی خبر ہوئی تو اُن سے بولنا کھانا پینا چھوڑ دیا۔ مگر اُن پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

شروع میں جو لوگ اسلام لائے تھے۔ ان کو نماز پڑھنے کی بڑی دقت ہوتی تھی، مکہ والے نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان کھلے بندوں نمازیں پڑھیں۔

اسی وجہ سے ان کو پہاڑوں میں چھپ کر نماز پڑھنی پڑتی تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی ایک دن ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کچھ لوگ وہاں سے گزرے انہوں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو ہنسی اڑانے لگے۔ ان کی اسلامی غیرت نے اس کو برداشت نہ کیا اور اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر ان ہنسی اڑانے والوں پر پھینکی جس سے ایک کا سر

پھٹ گیا۔ اسلامی غیرت میں یہ پہلا خون تھا جو بہایا گیا۔

یہ تو تمہیں معلوم ہی ہو گا کہ جب مسلمانوں کو مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا تو خدا کے حکم سے مدینے جا بسے۔ مگر کافروں نے وہاں بھی رہنا مشکل کر دیا اور انہیں ستانا چاہا۔

مکے والوں نے مدینے کے سردار کو ایک خط لکھا جس میں یہ دھمکی دی کہ تم نے ہمارے آدمیوں کو اپنے شہر میں پناہ دی ہے۔ تم یا تو ان کو قتل کر دو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ تم لوگوں پر حملہ کر دیں گے۔ اور مار ڈالیں گے۔

اس خط کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو چوکنا رہنا پڑتا تھا۔ رسولؐ خدا اور مسلمان مدینہ میں راتوں کو جاگا کرتے تھے۔ رسولِ خدا خود راتوں کو پہرہ دیتے۔ اور جب خود آرام فرماتے تو کسی دوسرے بہادر آدمی کو پہرہ کے لئے کھڑا کر دیتے۔

چنانچہ اسی زمانے کا نقشہ تاریخ والوں نے ان لفظوں میں کھینچا ہے کہ رسولؐ خدا جب مدینے آئے اور انصار نے ان کو پناہ دی۔ تو عرب کے سارے لوگ ان سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے آپ کے ساتھی راتوں کو ہتھیار باندھ کر سوتے تھے۔

ایک رات کو بڑا خطرہ تھا۔ رسولِ خدا نے فرمایا کہ آج رات کوئی بہادر آدمی پہرہ دے۔ اس حکم کو پورا کرنے کے لئے حضرت سعد بن ابی وقاص ہتھیار پہن کر تیار ہو گئے۔

انہیں دنوں مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت بھی مل گئی اس لئے کہ مسلمانوں کو اپنے بچاؤ کے لئے لڑنا ضروری تھا۔ مسلمان اپنی فوج کے دستے بنا کر مدینے سے دور دشمنوں کی فوجی نقل و حرکت معلوم کرتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بھی کئی دفعہ یہ خدمت انجام دی۔ ایک دفعہ دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا تو انہوں نے دشمن پر تیر چلایا۔ یہ پہلا تیر تھا جو خدا کی راہ میں اسلام کی حفاظت کے لئے چلایا گیا۔

جنگ بدر دنیا کی تاریخ میں بالکل ایک نرالی جنگ ہے۔ اس لڑائی میں حضرت سعدؓ بڑی بہادری اور ہمت کے ساتھ لڑے اور دشمن کے کئی سرداروں کو قتل کیا۔

اُحد کی لڑائی میں بھی ان کا بڑا حصّہ ہے یہ بڑے اچھے تیرانداز تھے رسولِ خدا نے اپنا ترکش ان کے آگے ڈال دیا اور فرمایا "تم پر میرے باپ قربان تیر مارے جاؤ"۔ ایک کافر دشمن کی طرف جو مسلمانوں کی فوج میں گھسا چلا آ رہا تھا۔ رسولِ خدا نے اشارہ کر کے فرمایا "اے سعدؓ اس پر تیر چلاؤ۔

جب اُن کے تیر ختم ہو گئے تو ایک تیر بغیر پھل کے ان کے پاس تھا وہ بھی چلایا۔ یہ تیر دشمن کے ماتھے پر لگا۔ وہ بدحواس ہو کر گرا اور مر گیا۔

آخری حج کے موقع پر حضرت سعدؓ بہت سخت بیمار تھے۔ رسولِ خدا کی دعا سے اچھے ہو گئے۔ آپ نے انہیں یہ خوش خبری سُنائی

"سعدؓ" تم اس وقت تک جیو گے۔ جب تک ایک قوم کو تم سے فائدہ اور دوسری کو نقصان نہ پہنچ جائے"۔ رسولِ خدا کی یہ پیشین گوئی عراق کی فتح سے پوری ہوئی۔

ایران اور عراق پر مسلمانوں کے حملے حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں شروع ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان ملکوں کے فتح کرنے کا انتظام اور بھی بڑے پیمانے پر کیا۔ حضرت عمرؓ نے تمام عرب میں جہاد کا جوش پیدا کر دیا۔ ہر طرف سے مسلمان جہاد میں شریک ہونے کے لئے آنے لگے۔ بہت بڑی فوج جمع ہو گئی۔ مسلمانوں کی رائے سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اس فوج کے سپہ سالار مقرر ہوئے انھوں نے اس بھاری فوج کو لیا عراق روانہ ہوئے۔ قادسیہ پہنچ کر انھوں نے چودہ مسلمانوں کا ایک وفد ایران کے بادشاہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا۔

"اسلام قبول کرو، ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اگر تم اسلام نہ قبول کرو گے تو یاد رکھو تمہارا ملک اسلام کے قبضہ میں آجائے گا۔"

ایران کا بادشاہ مسلمانوں کے اس سیدھے سادھے پیغام سے بہت خفا ہوا بادشاہ نے بہت ساری مٹی ایک بڑے ٹوکرے میں بھر کر مسلمانوں کو دے دی مسلمانوں نے اُسے نیک شگون سمجھا کہ ایرانیوں نے اپنا ملک اپنے ہاتھوں ہمارے حوالے کر دیا۔ انھوں نے وہ مٹی حفاظت سے لا کر اپنے سپہ سالار کی خدمت میں پیش کی اور خوشخبری سُنائی کہ ایرانیوں نے اپنا ملک اپنے ہاتھوں سے ہمیں دے دیا۔

پہلا مورچہ قادسیہ کے مقام پر لگایا گیا۔ تین دن تک سخت لڑائی رہی۔ دونوں طرف سے فوجیں بڑی بہادری سے لڑتی رہیں۔ ایرانیوں کی فوج میں بڑے بڑے ہاتھی تھے، انہوں نے ان ہی ہاتھیوں کے ذریعہ مسلمانوں پر حملہ کیا۔ یہ بڑی خطرناک چال تھی جو جنگ میں چل گئی۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ کسی طرح فیصلہ نہیں ہوتا ہے تو انہوں نے ہاتھیوں کی سونڈوں پر وار کرنا شروع کیے۔ اس طریقے سے جب بڑے بڑے ہاتھی مارے گئے تو فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔

اب تو مسلمانوں نے بڑے زور سے حملہ شروع کیا۔ ایرانیوں کے پاؤں میدانِ جنگ سے اُکھڑ گئے۔ ایرانیوں کا سپہ سالار بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ ایک مسلمان نے اس کا پیچھا کیا اور اسے قتل کر دیا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

قادسیہ کی فتح کے بعد مسلمانوں کی فوج حضرت سعدؓ کی سرداری میں آگے بابل کی طرف بڑھی، راستے میں تمام چھوٹے بڑے سرداروں نے آپؓ کی اطاعت قبول کی اور مدد دی۔ چنانچہ بابل آسانی سے فتح ہو گیا۔

بابل کی فتح کے بعد اسلامی فوجیں بہرۂ شیر کی طرف بڑھیں۔ اسے دو ماہ کے بعد فتح کر لیا۔ یہ جگہ ایران کے بادشاہ کسریٰ کی شکارگاہ تھی۔ ایران کے بادشاہ کا ایک خونخوار شیر تھا۔ ایرانیوں نے اس شیر کو مسلمانوں کی فوج پر چھوڑ دیا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے بھائی

حضرت ہاشمؓ نے آگے بڑھ کر اس زور سے تلوار کا حملہ کیا کہ اُسے ایک ہی وار میں ختم کر دیا۔

اب عراق کے پایۂ تخت مدائن کی باری تھی۔ اسلامی فوجوں کے بیچ میں دریائے دجلہ پڑتا تھا۔ ایرانیوں نے دجلہ کے تمام پُل توڑ ڈالے تھے۔ دریا میں پانی بہت تھا اور دھارا بھی تیز تھا۔ حضرت سعدؓ نے فوج کے سامنے ایک جوشیلی تقریر کی اور بہتے ہوئے دریا میں گھوڑے سمیت کود پڑے۔ اسلامی فوج نے اپنے سردار کی یہ بہادری دیکھی تو وہ بھی ہمّت کر کے ساتھ ہو لی۔ گھوڑوں پر سوار فوج نے دریا میں اس طرح چلنا شروع کیا جیسے کشتی پر بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے کنارے تک پہنچ گئے۔

ایرانیوں نے جب مسلمانوں کو اس طرح دریا میں آتے ہوئے دیکھا تو بے اختیار چیخ اُٹھے "دیواں آمدند۔ دیواں آمدند۔" "دیو آ گئے۔ دیو آ گئے۔" یہ دیکھ کر ایرانی فوجیں بھاگ گئیں اور عراق کا پایۂ تخت مدائن بھی فتح ہو گیا۔ اب پورے عراق پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اس پورے علاقے کا انتظام حضرت سعدؓ کے سپرد کر دیا اور انہوں نے اس کا بہترین انتظام کیا۔ عراق میں بسنے والے ان کے اچھے انتظام اور نیک سلوک سے بہت خوش تھے۔ ان کی زندگی کا اچھا نمونہ دیکھ کر لوگ آپ ہی آپ مسلمان ہونے لگے۔ ان کی کوششوں سے عراق کے سب لوگ امن اور چین سے رہنے سہنے

سے لگے۔

حضرت عمرؓ کے حکم سے عراق میں ایک نیا شہر بسایا گیا جس کا نام کوفہ گیا۔ وہاں اسلامی آبادی بسائی گئی۔ اب حضرت سعدؓ کوفہ میں رہنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے ان میں فوجی اور انتظامی صلاحیتیں دیکھ کر ان کا نام خلافت کے امیدواروں میں رکھا تھا۔ حضرت عثمان کے زمانے میں بھی حضرت سعدؓ نے تین سال تک عراق پر حکومت کی اور اسکے بعد مدینے سے دس میل کے فاصلے پر گھر بنا کر وہاں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہ کر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ۵۵ھ میں ستر برس کی عمر میں اپنے مولا سے جا ملے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ باوجود امیر ہونے کے ہمیشہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ موٹے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ اونٹ اور بکریاں بھی چراتے تھے اور کسی کام سے نہیں شرماتے تھے۔

آپ کا قد بلند۔ جسم۔ موٹا۔ ناک قدرے چپٹی اور سر بڑا تھا۔ ہاتھوں کی انگلیاں نہایت موٹی مضبوط تھیں۔ آواز گرج دار تھی۔ امیر کی اطاعت اوّلین فرض سمجھتے تھے۔

اسلام کی عظمت و شوکت کی بنیاد انہیں بزرگ ہستیوں کے وجود سے پڑی جنھوں نے پیڑوں کے سوکھے پتے کھا کر اسلام کی کھیتی کو سرسبز بنا دیا۔

(۷)

حضرت خالد بن ولید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"مکے نے اپنے جگر کے ٹکڑے
تمہاری طرف پھینک دئے ہیں"
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم)

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ قریش کے اونچے گھرانے میں سے تھے۔ ان کا خاندان اسلام سے پہلے سپہ سالاری اور فوج کے انتظامات پر ممتاز تھا۔ یہ لڑائی کے فن میں ماہر تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے قریش کی فوج میں معزز عہدے پر ممتاز تھے۔ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کے خلاف بڑی بہادری اور دلیری سے لڑے۔ مسلمانوں کے حملے کی وجہ سے قریش مکہ کی فوج کے پاؤں میدانِ جنگ سے اُکھڑ گئے لیکن انہی کی ہمت سے پھر جم گئے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا جو فوجی دستہ مسلمانوں کی نقل و حرکت معلوم کرنے آیا تھا۔ اس کے سردار بھی یہی تھے۔ اسلام لانے سے پہلے یہ مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ مکہ والوں نے جتنی لڑائیاں مسلمانوں کے خلاف کیں ان سب میں ان کا نمایاں حصہ رہا۔

۸ھ میں اسلام قبول کرنے کے لئے مکے سے مدینے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں انہیں حضرت عمرو بن العاص رضؓ ملے دونوں

سے نے مدینے جانے کا مقصد ایک دوسرے کو بتایا دونوں ساتھ ہی رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے جنہیں دیکھ کر آپ نے فرمایا۔
"مکہ نے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف پھینک دئے ہیں۔

اسلام لانے کے بعد حضرت خالدؓ تو مدینے میں رہ گئے۔ مگر حضرت عمرو بن العاصؓ مکے لوٹ گئے۔ رسولِ خدا نے حضرت خالدؓ کا خاندانی اعزاز برقرار رکھا۔ ان سے فتوحاتِ اسلامی میں بڑی مدد ملی۔ جب تک یہ اسلام نہیں لائے تھے مسلمانوں کے لئے خطرہ تھے اور مسلمان ہونے کے بعد قریش کے لئے سخت خطرہ بن گئے اکثر لڑائیوں میں ان کی بے پناہ تلوار اسلام کے دشمنوں کا شیرازہ بکھیرتی رہی۔

انہوں نے حضرت زیدؓ بن حارث کی سپہ سالاری میں جنگ موتہ میں پہلے پہل اسلام کی خاطر بہادری کے جوہر دکھلائے جنگ موتہ کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ رسولِ خدا نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی کے ہاتھ ایک خط شاہ بُصریٰ کے پاس بھیجا چنانچہ یہ بزرگ خط لے کر مقام موتہ تک پہنچے تھے کہ شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا۔

رسولِ خدا اور آپ کے ساتھیوں پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس پروانۂ رسالت کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لئے دو ہزار فوج زیدؓ بن حارث کی سرداری میں روانہ کی اور ہدایت فرمائی کہ اگر زیدؓ بن حارث شہید ہوں تو جعفرؓ طیار ان کی

جگہ لے لیں۔ اگر یہ بھی شہید ہوں تو عبداللہؓ بن رواحہ ان کی جگہ سردار بنائے جائیں۔ چنانچہ اسی ترتیب سے تینوں بہادروں نے لڑتے لڑتے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔

آخر میں حضرت خالدؓ نے جھنڈا سنبھالا انہیں بڑی بہادری اور دانشمندی سے کام کرنا پڑا۔ اسی لڑائی میں ان کے ہاتھ سے ۹ تلواریں ٹوٹیں۔ اسی لئے رسولؐ خدا نے ان کو اس بہادری کے صلہ میں "سیف اللہ" کا پیارا لقب عطا فرمایا تھا۔

فتح مکہ کے دن یہ بھی فوج کے ایک دستہ کے سردار تھے جس راستے سے مکّے میں یہ داخل ہوئے وہاں مکّے کے کچھ نوجوانوں نے مقابلہ کیا، انہوں نے بھی ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آخر وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ان میں سے کچھ لوگ ہلاک بھی ہوئے۔

فتح مکہ کے بعد حُنین کی لڑائی میں بھی حضرت خالدؓ اس فوج کے سردار تھے۔ جو سب سے آگے تھی۔ اور سب سے پہلے حملہ کرنے والی تھی اس لڑائی میں بھی بڑی ہمت اور بہادری سے لڑے۔ اور ان کے جسم پر کئی زخم آئے۔ رسولؐ خدا ان کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور آپؐ نے ان کے زخموں پر دم کیا۔ چنانچہ وہ جلد اچھے ہو گئے۔

حُنین کے میدان جنگ میں مشرکوں کو شکست ہوئی۔ وہی فوج حُنین سے بھاگ کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئی جیسے ہی ادھر سے مسلمان گذرے۔ انہوں نے قلعہ میں سے تیر برسانے شروع کر دئے۔ اس سے

بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے جس فوج نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس کے اگلے دستے کے سردار حضرت خالدؓ تھے۔

سنہ ۹ھ میں رسولؐ خدا کو اطلاع ملی کہ رومیوں نے مسلمانوں کے خلاف شام میں ۲۴ ہزار فوج لے کر مقابلہ کے لئے نکلے۔ وہاں گئے تو یہ خبر غلط نکلی۔ اس لئے کوئی معرکہ پیش نہ آیا۔ پھر بھی احتیاط کے طور پر آپ نے بیس دن تبوک میں قیام کیا۔ اور عرب عیسائی سرداروں کو مطیع کر کے واپس مدینے تشریف لے آئے۔

دومۃ الجندل کے رئیس نے اطاعت قبول نہیں کی تھی اس کی سرکوبی کے لئے آپؐ نے حضرت خالدؓ کو بھیجا اور انہوں نے اس کو پکڑ کر رسولِ خداؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

جنگ تبوک کے بعد رسولِ خداؐ نے ان کو چھوٹی چھوٹی مہموں پر بھیجا۔ جن میں حضرت خالدؓ کامیاب ہوئے۔

آنحضرتؐ صلعم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانے میں عرب میں کئی ایک نبوّت کے دعوے دار پیدا ہو گئے۔ ان کی سرکوبی کے لئے حضرت خالدؓ کی سپہ سالاری میں فوجیں بھیجی گئیں۔ یہ کامیاب ہوئے اور تمام جھوٹے نبیوں کو ختم کر دیا۔

اس کے بعد کچھ قبیلوں میں بے دینی اور بغاوت پھیلنے لگی بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ایسے لوگوں نے مل کر مقابلے کی ٹھان لی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے مقابلے کے لئے جو فوجیں بھیجیں۔ ان کے

سپہ سالار بھی حضرت خالدؓ ہی تھے۔ انہوں نے ان تمام جھگڑوں کو کامیابی کے ساتھ ختم کر دیا۔

عرب کے تمام جھگڑوں کو مٹانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ایرانیوں کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اس زمانے میں ملک عرب دو بڑی طاقتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ ایک طاقت ایران کی تھی دوسری روم کی۔ یہ دونوں حکومتیں اس زمانے میں بڑی مضبوط تھیں۔ دونوں چاہتی تھیں کہ عربوں کی مرکزیت مٹا کر انہیں غلام بنایا جائے جب تمام عرب اسلامی بھائی چارہ کی مضبوط رسّی سے متحد ہو گئے تو ان دونوں حکومتوں کو ان کی طاقت مٹانے کے لئے طرح طرح کے بہانے تلاش کرنے پڑے

جب ایران کے ماتحت عربی قبیلوں کو موقعہ ملا تو انہوں نے عراق کی سرحد پر حملہ کر دیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ سے امداد کی درخواست کی جنہوں نے حضرت خالدؓ کی سرداری میں فوج بھیجی۔

ان کی فوجوں کا سب سے پہلا مقابلہ "جنگ سلاسل" میں ہوا "سلاسل" زنجیروں کو کہتے ہیں۔ چونکہ ایرانی سپہ سالار نے اپنی فوجوں کو زنجیروں میں جکڑ کر رکھا تھا۔ کہ میدانِ جنگ سے بھاگنے نہ پائیں۔

اسلامی فوج دس ہزار تھی اور ایرانیوں کی اس سے کئی گنی زیادہ۔ لڑائی سے پہلے حضرت خالدؓ نے ایرانی سپہ سالار کو اسلام کا پیام بھیجا۔ مگر ایرانی طاقت کے گھمنڈ اور دولت کے نشہ میں مست تھے اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی بات نہ سنی۔ انہیں حقیر سمجھ کر دربار سے نکلوا دیا۔

اب مسلمانوں نے ڈٹ کر ایرانیوں کا مقابلہ کیا پہلے ہی ہلے میں ایرانیوں کو شکست ہوئی اس کے بعد جتنی لڑائیاں ہوئیں سب میں ایرانی ہارتے گئے۔

عراق کی فتح کا دارومدار زیادہ تر حضرت خالدؓ کی جنگی مہارت، بہادری اور ہمت پر تھا۔

عراق کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ کے پاس حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے یہ حکم پہنچا کہ "عراق کو چھوڑ کر شام میں اسلامی فوجوں سے مل جاؤ" چنانچہ عراق کا انتظام حضرت مثنیٰؓ کے سپرد کر کے شام کی طرف بڑھے۔

یہ تو پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ شام پر رومیوں کی حکومت تھی۔ یہ لوگ بھی طاقت کے گھمنڈ اور دولت کے نشے میں مست تھے۔ مسلمانوں کو حقیر سمجھتے، اسلام کی ترقی ان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ہی کے زمانۂ خلافت میں شام پر بھی فوج کشی کی گئی۔

حضرت خالدؓ راستہ میں چھوٹے چھوٹے شہر فتح کرتے ہوئے اپنی فوج کے ساتھ دمشق پہنچے۔ دمشق پر تین ماہ تک محاصرہ رہا لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

ایک دن دمشق کے بڑے پادری کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ تمام لوگ اسی خوشی میں مشغول شراب کے نشہ میں بدمست تھے۔ حضرت خالدؓ کی عادت تھی کہ وہ لڑائی کے دنوں میں رات کو نہیں سوتے تھے بلکہ دشمنوں کی سراغ رسانی اور فوجوں کے انتظامات میں مصروف رہتے تھے انہیں اس

واقعہ کی خبر ہوگئی۔ انہوں نے اپنی فوج کو ہدایت دی کہ جب اللہ اکبر کی آواز سنو تو قلعہ کے دروازہ پر حملہ کردینا۔ اب انہوں نے کچھ آدمی اپنے ساتھ لئے۔ اور رسّی کے ذریعے قلعہ کی دیوار کے اس پار اُتر گئے۔ دروازہ کے چوکیدار کو قتل کیا۔ اور دروازہ کھول کر اونچی آواز سے اللہ اکبر پکارا۔ تکبیر کی آواز سنتے ہی اسلامی فوج ریلا کرکے اندر قلعے میں داخل ہوگئی۔ شہر کے لوگ ابھی غافل سو رہے تھے۔ اس اچانک حملے سے گھبرا اٹھے انہوں نے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی۔ جو منظور ہوگئی۔

دمشق کی فتح کے بعد رومیوں میں جوش پیدا ہوگیا۔ اُنہوں نے فحل کے مقام پر مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کر پیچھے ہٹے اور اب اپنی قوت حمص میں جمع کی۔ یہاں مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اسلامی فوجوں کی مستعدی، حضرت خالدؓ اور دوسرے اسلامی سپہ سالاروں کی دلیری، ہمت اور شجاعت کی وجہ سے یہاں رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔

رومیوں نے آخری مقابلہ یرموک میں کیا۔ یہاں بھی انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ پیہم ذلّتوں نے اُن میں انتقام کی آگ اور تیز کردی تھی اور وہ دو لاکھ فوج میدان میں لے آئے۔ اسلامی فوجیں شام کے مختلف شہروں میں پھیلی ہوئی تھیں وہ سب یرموک میں جمع ہوگئیں۔

حضرت خالدؓ نے اسلامی فوج کو نئے طریقے پر ترتیب دیا۔ انہوں نے اسے ۲۶ حصّوں میں بانٹا اور ہر ایک کے الگ الگ افسر مقرر کئے۔

ان کے سامنے جہاد پر ایک جوشیلی تقریر فرمائی۔ اتفاق سے ایک سپاہی کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے:۔

"رومیوں کے مقابلے میں ہماری تعداد بہت کم ہے۔" حضرت خالدؓ غضب ناک ہو کر بولے "ہار جیت تعداد کی کمی یا زیادتی پر نہیں، بلکہ خدا کی مدد پر موقوف ہے۔ اگر میرے گھوڑے کے سم ٹھیک ہوتے تو میں اس سے دگنی فوج کی پروا نہ کرتا۔"

فوجوں کو ترتیب دینے کے بعد آپ نے رومی فوجوں پر حملہ کا حکم دے دیا۔ دونوں طرف سے زور کا حملہ ہوا۔ بہت دنوں تک لڑائی جاری رہی فوج نے جیسی ہمت، بہادری اور شجاعت سے دشمن کا مقابلہ کیا کہ اس کے چھکے چھوٹ گئے اور پھر ان کو اسلامی فوج سے مقابلے کی ہمت نہ ہوئی اور اتنی بڑی فوج پھر کبھی شام میں مسلمانوں کے مقابلے میں نہ بھیج سکے۔

حضرت خالدؓ یرموک کی لڑائی سے فراغت پا کر مختلف مقامات فتح کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف بڑھے۔ جب محاصرہ سخت ہو گیا تو لاٹ پادری اس شرط پر شہر حوالے کرنے کو تیار ہو گئے کہ مسلمانوں کے سردار اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھ کر دیں چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ نے شام کا وہ مشہور سفر کیا جو اسلام کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ اس معاہدے کے بعد تمام شام مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

سنہ ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کو سپہ سالاری کے عہدے سے الگ کر دیا۔ تم پوچھو گے یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ حضرت خالد لگاتار

جنگیں فتح کرتے جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو یہ خیال ہوا کہ کہیں مسلمان صرف ایک ہی سپہ سالار پر بھروسہ کر کے ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر نہ بیٹھ جائیں۔ وہ چاہتے تھے کہ نئے نئے مسلمان نوجوان آگے بڑھیں۔ اور سپہ سالاری کے کام کریں۔ حضرت خالدؓ نے نہایت خوشی سے اپنی معزولی کا حکم سُنا اور سپہ سالار سے سپاہی بن گئے۔

اس معزولی کے بعد حضرت عمرؓ نے انھیں مدینہ بُلایا۔ امیر المومنین کے حکم سے مدینہ حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ "آپ نے میرے معاملے میں زیادتی سے کام لیا" اُنھوں نے فرمایا "خالد! ابھی میرے دل میں تمہاری وہی عزّت و محبّت ہے" پھر آپ نے ایک فرمان جاری فرمایا کہ "میں نے خالدؓ کو خیانت کے جُرم یا غصّہ وغیرہ کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے بلکہ اس لئے معزول کیا ہے کہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی فتوحات کا دارومدار صرف حضرت خالدؓ ہی کی قوّتِ بازو پر نہیں ہے۔"

اس کے بعد حضرت خالدؓ معمولی سپاہی کی حیثیت سے فوج میں کام کرتے رہے۔ جہاں اور جس جگہ خدمت کرنے کا موقع ملتا رہا وہاں کام کرتے۔

آخر عمر میں حضرت خالدؓ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، ۲۲ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

اسلام کے اس سب سے بڑے سپاہی کا مزار شام کے مشہور

شہر حمص میں ہے۔ لوگ اُن کے مزار پر زیارت کے لئے آتے ہیں جس پر ایک خاص قسم کا رعب اور وقار ٹپکتا ہے اور ہیبت معلوم ہوتی ہے۔

اُن کے مزار کے زیارت کرنیوالے اکثر مسلمان ہوتے ہیں جن کی نظریں شرم کے مارے نیچی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ اسلام کی بڑائی کے لئے لڑنے والے تھے اور ہم اسلام کے نام کو بٹہ لگانے والے ہیں۔

کیا تعجب! اگر کوئی ننھا منا بچہ بڑا ہو کر اسلام کی عظمت کے لئے اس طرح لڑے جس طرح حضرت خالد لڑے تھے۔ صرف ہمت اور پکے ارادے کی ضرورت ہے۔

حضرت خالدؓ کی زندگی شروع سے آخر تک ایک سپاہی کی ہے۔ ان کا ہر کام اچھے سپاہی کا تھا۔ انھوں نے اپنی معزولی کے فرمان کو ہنستے ہوئے سنا اور سپہ سالاری کے عہدے سے معزول ہو کر معمولی سپاہی کی جگہ کام کیا۔ اُن کے نزدیک اصل مقصد کام تھا، نہ کہ نام۔ وہ اسلام کی خدمت کرنا چاہتے تھے، جس طریقہ سے بھی ہو۔

حضرت خالدؓ پیدائشی سپاہی تھے۔ اسلام نے ان کی اس خوبی کو اور اجاگر کر دیا۔ جن کو بہادری اور اولوالعزمی کی وجہ سے سیف اللہ کا پیارا لقب رسولِ خداؐ کی طرف سے ملا تھا۔ انھوں نے تقریباً ایک سو پچیس لڑائیوں میں عملی حصہ لیا۔ ان کے جسم میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہ تھی جو تیروں اور تلواروں کے زخموں سے چھلنی نہ ہوئی ہو۔

حضرت خالدؓ جہاد کے شوق میں فرمایا کرتے تھے "مجھے میدانِ

جنگ کی سخت رات اس رات سے اچھی لگتی ہے جس میں میں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہوں۔"

آخر وقت میں جب اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو فرماتے تھے "افسوس! میری ساری زندگی میدانِ جنگ میں گذری اور آج میں بستر مرگ پر جان دے رہا ہوں۔"

خدا نے حضرت خالدؓ کے قدموں میں ایسی برکت دی تھی کہ جدھر کا رخ کرتے کبھی ناکام نہیں لوٹتے تھے۔

رسولِ خداؐ کو حضرت خالدؓ کی بہادری اور شجاعت پر اس قدر یقین تھا کہ آپؐ اُن کے ہاتھ میں فوج کا جھنڈا دے کر مطمئن ہو جاتے تھے۔ آپ حضرت خالدؓ کی جاں فروشیوں کی قدر فرماتے تھے۔ اور کئی مرتبہ آپ نے اس بات کا اظہار فرمایا۔

فتح مکہ کے دن مسلمان مکے میں مختلف سمتوں سے داخل ہو رہے تھے۔ حضرت خالدؓ بھی ایک گھاٹی سے اپنا فوجی دستہ لئے داخل ہوئے۔ رسولِ خدا نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا "دیکھو کون ہے؟" انہوں نے عرض کیا "خالد بن ولید" آپ نے فرمایا "یہ خدا کا بندہ بھی کیا خوب آدمی ہے۔"

ایک مرتبہ رسول خدا نے فرمایا "خالدؓ کو تم لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دو۔ کیونکہ وہ خدا کی تلوار ہے جس کو اس نے کفار پر کھینچا ہے۔"

حضرت خالدؓ کی حق پرستی اور اسلام کی فرماں برداری کا یہ عالم تھا

کہ جب ان کی معزولی کا فرمان عام فوج کے سامنے سُنایا گیا اور ان کے سر سے ٹوپی اتاری گئی اور پگڑی ان کی گردن میں ڈالی گئی تو انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے اس بات کو برداشت کیا اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "اب اِس اُمت کا امین تم امیر مقرر کیا گیا ہے"

یہ حالات ہیں اسلام کے اس سچے بہادر اور ہمت والے سپہ سالار کے جس کا نہ صرف مال بلکہ زندگی بھی اسلام کی سر بلندی اور عظمت کے لئے تھی، جس کی زندگی کا ہر لمحہ اسی مقصد کے لئے وقف تھا جس کی تقریباً پوری عمر میدانِ جنگ میں گذری جو فطرتاً سپاہی تھا جس کی تلوار کبھی نیام میں نہ رہی۔

تمہارے لئے اس بہادرانہ زندگی سے سبق حاصل کرنے کے کافی موقعے ہیں۔ خدا تمہاری مدد کرے۔ تم بار بار ان کے حالات پڑھو۔ اُن جیسے بہادر ہمت والے اور فرماں بردار بنو۔ ویسے ہی کام کرنے والے سچے سپاہی فاتح بنو۔ ذرا ہمت کر کے تو دیکھو، ارادہ پکا اور ہمت بلند ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔

خدا کی رضامندی اور خوشنودی حضرت خالد کی پاک روح پر ہو، اور ہمیں ان کی اچھی زندگی کی پیروی کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

(٨)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"لوگو! آج تم میں سے ایک ایسا شخص اُٹھ
گیا ہے جس سے زیادہ صاف دل، بے کینہ،
سیر چشم عاقبت، باحیا اور خیر خواہ خلق
شخص خدا کی قسم میں نے کبھی نہیں
دیکھا۔ پس خدا سے اس کے لئے
رحم و مغفرت کی دعا کرو"

حضرت معاذ بن جبل
حضرت ابو عبیدہؓ کے اسلامی بھائی

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عامر نام - ابوعبیدہ کنیت ، ابن الجراح دادا کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کوششوں سے مسلمان ہوئے تھے۔ مکّے والوں کی تکلیفوں سے تنگ آکر انہوں نے دو دفعہ ہجرت کی۔

پہلی دفعہ حبشہ تشریف لے گئے اور دوسری دفعہ مدینے۔ رسولِ خدا نے ان کا بھائی چارہ حضرت معاذ بن جبل سے کرا دیا تھا۔

جنگ بدر میں یہ نہایت ہی ہمت بہادری اور شجاعت سے لڑے ان کے والد عبداللہ مکّہ والوں کی طرف سے لڑنے آئے تھے۔ انہوں نے تاک تاک کر کئی دفعہ اپنے بیٹے کو نشانہ بنانا چاہا۔ انہوں نے دیکھا کہ باز نہیں آتے ان پر اسلام کا جذبہ غالب آیا اور تلوار کے ایک ہی وار میں اپنے باپ کا کام تمام کر دیا۔

یہ تھا سچا اسلامی جذبہ جس کے سامنے ماں باپ ، بہن بھائی اور رشتہ دار کوئی حقیقت نہ رکھتے تھے۔ اسلامی سربلندی اور عظمت

سب سے زیادہ عزیز تھی۔

اُحد کی لڑائی میں رسولِ خدا کا مبارک چہرہ زخمی ہو گیا۔ زرہ کی دو کڑیاں چبھ گئی تھیں۔ جس سے آپ کو بڑی تکلیف تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے دانتوں سے پکڑ کر ان کو نکالا جس کی وجہ سے ان کے آگے کے دو دانت باہر نکل آئے تھے۔ رسولؐ خدا کی خدمت گذاری میں دو دانت کیا جان بھی نثار ہو جاتی تو کچھ پرواہ نہ تھی۔

غزوۂ خندق میں انہوں نے اسلام کی زبردست خدمت انجام دی۔

بیعت رضوان میں شریک ہوئے، حدیبیہ میں جو معاہدہ ہوا۔ اس معاہدہ پر ان کی بھی شہادت تھی۔

خیبر کی جنگ میں بھی یہ رسولِ خدا کے ہم رکاب تھے۔ انہوں نے بڑی ہمت اور جوانمردی سے کام لیا۔ ان لڑائیوں سے فارغ ہونے کے بعد رسولؐ خدا نے ان کو عمرو بن العاص کی مدد کے لئے ذات السلاسل کی لڑائی میں امدادی فوج دے کر بھیجا۔ اس لڑائی میں اس بہادری اور شان سے لڑے کہ دشمن کی فوج تتّر بتّر ہو گئی۔ اسی طرح ایک دفعہ رسولؐ خدا نے انہیں کافروں کی دیکھ بھال کے لئے ایک جگہ بھیجا جہاں مسلمانوں نے کھانے کی بجائے کھجوروں پر گذارہ کر کے کام چلایا۔

یہ تھے سچے مسلمان جو سختی سہہ سہہ کر خوشی سے اسلام کی خدمت کرتے تھے۔ جب ہی تو دینِ اسلام نے دنیا میں اتنی جلدی ترقّی کی

اسی طرح حضرت ابو عبیدہ فتح مکہ۔ جنگ حنین و طائف میں جان نثاری اور جاں بازی میں پیش پیش رہے۔

آخری حج میں حضرت ابو عبیدہؓ بھی رسولؐ خدا کے ساتھ تھے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد جب انصار و مہاجرین میں خلافت کے متعلق گفتگو ہوئی تو حضرت ابو عبیدہؓ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا:- "اے انصار! تم نے سب سے پہلے اسلام کی امداد و اعانت کا ہاتھ بڑھایا۔ پس تم ہی سب سے پہلے اختلاف کے بانی نہ بن جاؤ۔"

حضرت ابو بکرؓ نے ملک شام پر اپنی خلافت کے زمانے میں لشکر کشی کا انتظام کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حمص پر، یزید بن ابی سفیان کو اردن پر اور عمرو بن العاص کو فلسطین پر مامور کیا۔ ان سب کو ہدایت تھی کہ جب یہ سب فوجیں ایک جگہ جمع ہوں تو سب کی سپہ سالاری حضرت ابو عبیدہ کے ذمہ ہوگی یعنی یہ اسلامی فوج کے سب سے بڑے سپہ سالار ہوں گے۔ آپ نے رومی فوجوں کی کثرت دیکھ کر حضرت ابو بکر کو امداد کے لئے لکھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو ہدایات بھیجیں کہ وہ اپنی فوجیں لے کر حضرت ابو عبیدہؓ کی مدد کے لئے شام چلے جائیں۔ چنانچہ وہ فوراً شام پہنچ گئے۔ دونوں فوجوں نے ملکر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے ایسا زور کا حملہ کیا کہ دشمن پر خوف طاری ہوگیا۔ اور ہار مان کر مسلمانوں سے صلح کر لی۔

دمشق فتح کر کے اسلامی فوجوں کے آگے بڑھ کر حمص کا محاصرہ

کرلیا۔ تھوڑے دنوں میں حمص والوں نے بھی صلح کرلی۔ لاذقیہ کے مضبوط قلعہ کے محاصرہ کے لئے فوجیں آگے بڑھیں۔ کئی دن کے محاصرہ کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک نئی تدبیر سوچ کر نکالی۔ یعنی چھپی ہوئی خندقیں کھدوائیں اور فوجوں کو واپسی کا حکم دے دیا۔ لاذقیہ کے قلعے والے سمجھے کہ اسلامی فوجیں چلی گئیں۔ شہر کے دروازے کھول دئے اور لوگ اپنے کاموں میں لگ گئے مسلمان قلعہ میں داخل ہو گئے اور اسلامی جھنڈا لہرا دیا۔

اس فتح کے بعد مسلمانوں اور رومیوں میں زبردست مقابلہ ہوا۔ یہاں رومیوں نے کئی لاکھ فوج جمع کی۔ اسلامی فوج کی کل تعداد تیس ہزار تھی۔

رومیوں کو بڑا گھمنڈ تھا کہ مسلمانوں کو پیس ڈالیں گے۔ لیکن حضرت ابو عبیدہؓ کی ہوشیاری اور جنگی قابلیت۔ اسلامی فوجوں کی ہمت اور جواں مردی نے رومیوں کے چھکے چھڑا دئے۔ ستر ہزار رومی ہلاک ہوئے۔ یہ جنگ مسلمانوں اور رومیوں کے لئے فیصلہ کن جنگ تھی، جس کے بعد شام کا سرسبز ملک خدا نے رومیوں سے چھین کر مسلمانوں کو دے دیا۔

تم پوچھ سکتے ہو ایسا کیوں ہوا؟ یہ اس لئے ہوا کہ مسلمانوں سے قرآن میں کہا گیا ہے کہ "ملک کے وارث خدا کے نیک بندے ہوں گے۔" اس زمانے کے مسلمان اس انعام کے حق دار تھے۔

کیونکہ وہ نیک بندے تھے۔ رومی ظالم تھے۔ ملک کے وارث بننے کے قابل نہ تھے۔

تم بھی آزما کر دیکھ سکتے ہو۔ صرف نام کے مسلمان تو اس کے مستحق ہیں کہ ظالم حکومتوں کے غلام بنے رہیں جیسی کہ غلامی کی حالت میں مسلمانوں کی حالت تھی۔ کیا تم میں سے کچھ بچّے خدا کے نیک بندے بن کر دنیا میں ملکوں کے وارث بننے کی کوشش کریں گے۔ یہ بات مشکل تو نہیں ہے۔ البتہ ہمّت اور صبر کی ضرورت ہے جو آدمی پکّا ارادہ کر کے کام کرتا ہے۔ وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہؓ کی جنگی قابلیت، ذاتی بہادری اور خدا کے اس حکم پر پکا یقین رکھنے کی وجہ سے کہ "ملک کے وارث خدا کے نیک بندے ہوں گے۔" شام کے پورے ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو شام کا سب سے بڑا حاکم بنا دیا۔ انہوں نے تمام ملک میں ایسا اچھا انتظام کیا کہ شام بسنے والے اسلام کے سچے شیدائی بن گئے۔

انہوں نے شام کے بسنے والوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے بڑی مفید اصلاحیں کیں اور پورے ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ ان کی سادگی، انصاف پسندی اور مساوات کو دیکھ کر بڑے بڑے رومی سردار بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔

یہ بڑے اولوالعزم سپہ سالار تھے۔ انہوں نے اسلامی

فتوحات میں بہت بڑا حصّہ لیا۔ فنِ جنگ کے بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے رومی حکومت کا مقابلہ کیا۔ اس زمانے میں رومیوں کی قابلیت کا سکہ تمام دُنیا پر بیٹھا ہوا تھا لیکن انہوں نے اُن کا مقابلہ ایسی بہادری اور اولوالعزمی سے کیا رومیوں کو شکست فاش کھانی پڑی۔

یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے شروع شروع میں اسلام قبول ان کو رسولِ خدا کی ذات سے اس قدر محبت تھی کہ اپنی جان حضور پر نثار کرنا زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھتے تھے۔

اس بات کا تھوڑا سا اندازہ اس واقعہ سے ہو گا کہ جنگِ اُحد میں تیر انداز مسلمانوں کی غلطی سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ لیکن رسولِ خدا پہاڑ کی طرح میدانِ جنگ سے نہ ہلے۔ اس وقت آپ کے ساتھ جو جان نثار تھے ان میں سے ایک حضرت ابو عبیدہ بھی تھے۔

ایک کافر نے موقع پا کر رسولِ خدا پر تلوار سے حملہ کیا اس کی زرہ کی کچھ کڑیاں آپ کے مقدس چہرہ میں کھُب گئیں۔ اُن کڑیوں کو حضرت ابو عبیدہ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا۔ کڑیوں کے نکالنے کی وجہ سے اُن کے دانت اکھڑ گئے۔ انہیں بڑی تکلیف ہوئی۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ رسولِ خدا کو کڑیوں کے نکلنے کی وجہ سے آرام ہے تو یہ خوشی کے مارے اپنے دانتوں کی تکلیف بھول گئے۔ یہ ہے رسول کی محبت کہ آپ کی تکلیف دور ہونے کی خوشی میں اپنی تکلیف کو مسلمان بھُول جاتے تھے۔ یہ شان پہلے زمانے کے مسلمانوں کی تھی۔ آج یہ شان پیدا ہو جائے تو دنیا اور دین کی کامیابی اور

کامرانی پاؤں چومے۔

ایک دفعہ ایک لڑائی میں حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ میں فوج کی سرداری پر جھگڑا ہو گیا۔ اسلامی فوجیں حضرت ابو عبیدہؓ کو سردار بنا رہی تھیں لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ کا اصرار تھا کہ وہ فوج کے سپہ سالار بنیں ان کے کمالِ ایثار کو دیکھو کہ فوراً اپنا دعویٰ چھوڑ دیا اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی سپہ سالاری کو مان لیا۔

فوج کے ہر ایک سپاہی کا خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک معمولی سپاہی نے ایک دشمن کو پناہ دی۔ پناہ دینے کے بعد کچھ فوجی سرداروں نے انکار کر دیا۔ یہ معاملہ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم اس کو ضرور پناہ دیں گے۔ کیونکہ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ "ایک مسلمان سب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے"

یہ بہت سادگی کے ساتھ رہتے خالص عربی لباس پہنتے جس میں پیوند لگے ہوتے تھے رسولِ خدا نے انہیں "امین الامّت" کا پیارا لقب دیا تھا۔ ان کا حلیہ یہ تھا۔ قد لمبا، جسم دبلا پتلا۔ داڑھی گھنی نہ تھی۔ اور سامنے کے دو دانت نہ تھے۔ ان کے مزاج میں نرمی اور انکسار تھا۔ غیر مسلم رعایا کے دکھ درد کا انہیں ہر وقت خیال رہتا تھا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھاون برس کی عمر میں ۱۸ھ میں وفات پائی اور اسلامی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام فاتح شام کے لقب سے مشہور کر گئے۔

کیا تم میں سے کوئی ننھا منا بچہ ایسا بننے کی کوشش کرے گا۔ کہ اس کا نام بھی کسی ملک کے فاتح کے نام سے مشہور ہو جائے؟ یا کم سے کم اپنے ملک ہی کو مضبوط بنانے کے لئے جدوجہد کرے

حضرت ابو عبیدہؓ کے اخلاق کی نمایاں وصف، خدا ترسی، تواضع مساوات، سادگی، رحم دلی، رسولِ خدا کے کاموں کی پیروی اور خدا کے خوف سے ہر وقت ڈرتے رہنا۔

ایک دن ایک آدمی ان کے پاس گیا۔ دیکھا کہ زار و قطار رو رہے ہیں۔ اُس نے متعجب ہو کر پوچھا "خیر تو ہے۔ یہ رونا کیسا؟" انہوں نے جواب دیا "ایک روز رسولِ خدا نے مسلمانوں کے آنے والے تموّل اور آنے والی فتوحات کے سلسلہ میں شام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا" اگر اس وقت تک تمہاری عمر وفا کرے تو تمہارے لئے صرف تین خادم ہوں گے۔ ایک خاص تمہاری ذات کے لئے۔ ایک تمہارے خاندان کے لئے اور ایک سفر میں ساتھ جانے کے لئے اسی طرح سواری کے تین جانور کافی ہوں گے۔ ایک تمہارے لئے ایک غلام کے لئے اور ایک اسباب و سامان کے لئے لیکن اب دیکھتا ہوں تو میرا گھر غلاموں سے اور اصطبل گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے۔ آہ! میں رسولِ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا؟

آں حضرت کی محبت، اطاعت اور خدمت گذاری میں ان سے بڑھ کر کون ہو گا۔ بدر کی لڑائی میں باپ کو قتل کیا اور رسولِ خدا کو آرام پہنچانے کے لئے اپنے دو دانت قربان کئے۔

جابیہ (ملک شام) میں یہ طاعون میں مبتلا ہو گئے جب ان کی بیماری بڑھی تو انہوں نے اپنے اسلامی بھائی معاذ بن جبل کو اپنا جانشین مقرر کیا اور لوگوں کو جمع کر کے ایک پر اثر تقریر کی، اس میں فرمایا "صاحبو! یہ مرض خدا کی رحمت اور تمہارے رسولؐ کی دعوت ہے، پہلے بہت سے نیک لوگ اس مرض میں جاں بحق ہوئے ہیں۔ اب میں بھی اپنے خدا سے اس سعادت میں حصّہ پانے کا خواہشمند ہوں۔"

اُن کے انتقال کے بعد حضرت معاذؓ بن جبل نے ان کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور لوگوں کے سامنے ایک درد سے بھری ہوئی تقریر کی "صاحبو! آج تم میں سے ایک ایسا شخص اُٹھ گیا ہے جس سے زیادہ صاف دل، بے کینہ سیر چشم، عاقبت، اندیش، باحیا اور خیر خواہ خلق شخص خدا کی قسم میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ پس خدا سے اس کے لئے رحم و مغفرت کی دعا کرو۔"

(۹)

حضرت زید بن حارثہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

"جس فوج میں حضرت زید شریک

ہوتے اس کی سرداری انہیں کو ملتی"

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زید نام۔ ابو اُسامہ کنیت۔ یمن کے ایک عزت والے قبیلے میں سے تھے بچپن میں اُن کو کچھ عرب ڈاکو اٹھا کرلے آئے اور انہیں غلام بنا کر مکہ میں بیچ دیا۔

حکم بن حزام نے ان کو چار سو روپیہ میں خرید کر اپنی پھوپی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو دے دیا جنہوں نے انہیں رسولِ خدا کی خدمت میں پیش کیا۔ ایسی غلامی پر ہزاروں آزادیاں اور شہنشاہیاں قربان جن کے آقا دو جہاں کے سردار ہوں۔

ان کے باپ کو اپنے بیٹے کے گم ہونے کا بڑا رنج تھا۔ ان کی جدائی میں ان کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔

ایک مرتبہ اُن کے کچھ ہم وطن حج کرنے آئے۔ ان کو حضرت زید کا پتہ مل گیا انہوں نے واپس جا کر ان کے باپ کو خبر دی یہ خوش خبری سنتے ہی ان کی آنکھوں میں روشنی آگئی اور وہ اپنے بھائی کے ساتھ مکے پہنچے۔

دونوں رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "اے عبداللہ کے بیٹے! عبدالمطلب کے نورِ نظر!! اور قریش کے رئیس زادے! تم

خدا کے گھر کے پڑوسی ہو۔ مصیبت زدوں اور محتاجوں کے مددگار ہو، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو ننگوں کو کپڑا پہناتے ہو، ہم دونوں تمہارے پاس اس لیئے آئے ہیں کہ زید میرے لڑکے کو آزاد کردو۔

رسولِ خدا نے حضرت زید کے باپ سے پوچھا "اس کے علاوہ کوئی اور کام بھی ہے" انہوں نے عرض کیا "نہیں بس یہی درخواست ہے" آپ نے فرمایا "اچھا زید کو بلاؤ ان سے پوچھا جائے کہ وہ کس بات کو پسند کرتے ہیں تم میرے پاس رہنا یا آپ لوگوں کے ساتھ جانا" حضرت زید آئے تو آپ نے کھول کر صورت حال بتادی اور فرمایا "تم بالکل آزاد ہو۔ چاہے میرے پاس رہو یا اپنے باپ کے ساتھ چلے جاؤ" حضرت زید نے اپنے باپ کے ساتھ جانا پسند نہ کیا۔ بلکہ رسولِ خدا کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔ انھیں آنحضرت سے بہت محبت تھی اور آپ بھی ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ آپ نے اعلان فرمادیا کہ آج سے زید میرا بیٹا ہے۔ میں اس کا وارث ہوں گا۔ اور وہ میرا وارث ہوگا۔ اس اعلان کے بعد حضرت زید کو زید بن محمدؐ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ مگر جب خدا کا یہ حکم نازل ہوا کہ ہر ایک آدمی اپنے اصلی باپ کی طرف منسوب ہو، تو یہ زید بن حارث کہلائے جانے لگے۔

غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے یہی ہیں۔ اسلام کی خاطر انھوں نے ہر طرح کی تکلیفیں سہیں۔ مگر اف تک نہ کی طائف کے سفر میں رسولِ خدا کے ساتھ تھے اور مکہ میں تیرہ سال تک اپنے پیارے

آقا کے ساتھ اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پہلی شادی حضرت اُمِّ ایمن کے ساتھ کرا دی جن سے اسامہؓ پیدا ہوئے ہجرت کے بعد دوسری شادی حضرت زینبؓ سے ہوئی جو رسولؐ اللہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں لیکن تعلقات ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے حضرت زیدؓ نے طلاق دے دی۔

یہ تیراندازی میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ بدر کی لڑائی سے موتہ تک جتنی لڑائیاں ہوئیں۔ ان سب میں ان کا خاص حصّہ ہے

بڑی بڑی لڑائیوں کے علاوہ حضرت زید کو چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کی سپہ سالاری بھی کرنی پڑی اور یہ ہر جگہ کامیاب رہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "جس فوج میں حضرت زیدؓ شریک ہوتے تھے اس فوج کی سپہ سالاری ان ہی کو ملتی تھی" حضور صلعم نے انہیں نو دفعہ سپہ سالار بنایا۔

ان کی سپہ سالاری میں پہلی مہم قردہ کی تھی۔ انہوں نے کامیابی کے ساتھ دشمن کو شکست دی اور ان کے سردار فرات بن حیان عجلی کو پکڑ کر لائے۔

سنہ ۶ھ میں بنی سلیم کی مہم پر سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے اور کامیاب واپس آئے۔

اسی سال پھر ایک سو ستّر سواروں کے ساتھ قریش کے تجارتی قافلہ کو روکنے کے لئے مقام عیص پر حملہ آور ہوئے اور پورے قافلہ کو پکڑ لائے۔ تم پوچھو گے تجارتی قافلے پر کیوں حملہ کیا؟ یہ اس لئے کہ اس

زمانے میں مکّہ والے ان ہی تجارتی قافلوں کی آمدنی سے اسلام کے خلاف فوجیں تیار کرتے تھے اور فوجوں کے کھانے پینے کا سامان اور دوسری چیزیں حاصل کرتے تھے اس وجہ سے مسلمان مکّہ والوں کے تجارتی قافلوں کو پکڑتے تھے، آج کل بھی فوجیں دشمنوں کے تجارتی جہاز پکڑ لیتی ہیں۔

قریش کے اس تجارتی قافلہ میں چاندی کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

اسی سال پھران کی سپہ سالاری میں اسلامی فوجوں کو مقام حمی پر فوج کشی کرنی پڑی آپ کی فوج میں کل پانچ سو جاں باز تھے دن میں فوج پہاڑوں میں چھپی رہتی تھی اور رات کو کوچ کرتی۔ یہاں تک کہ مقام حمی پر جا پہنچے۔ اس لڑائی میں حضرت زیدؓ کو بڑی کامیابی ہوئی، ایک ہزار اونٹ پانچ ہزار بھیڑ بکریاں اور بہت سارے قیدی لے کر مدینہ لوٹے، اسی قافلہ کا ایک سردار جب مسلمان ہوا اس نے پورے قبیلے کو رہائی دلائی اور تمام مالِ غنیمت واپس کر دیا۔

اسی سال یعنی سنہ ۶ھ میں حضرت زید ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کی طرف گئے۔ راستہ میں ایک قبیلہ نے اس تجارتی قافلہ لوٹ لیا۔ بڑی مشکلوں سے حضرت زیدؓ اپنی جان بچا کر مدینہ پہنچے اور رسولؐ خدا کو اس گستاخی کا پورا حال سُنایا۔

اس قبیلہ کو سزا دینے کے لئے رسول اللہؐ نے حضرت زید کی

سرداری میں ایک فوج بھیجی، جس نے بڑی ہوشیاری سے اس قبیلہ پر چھاپا مارا اور سزا دے کر لپٹے - ایسے وقت رسولِ خدا کے آستانہ پر پہنچے جب حضور گھر میں تھے - آپ جس حالت میں تھے اسی حالت میں باہر تشریف لے آئے - انہیں گلے لگایا - پیشانی کو چوما اور دیر تک حالات پوچھتے رہے -

حضرت حارث بن عمیر ازدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لیکر بصریٰ کے دربار میں گئے - ابھی وہ قصبہ موتہ ہی پہنچے تھے کہ شرحبیل بن عمرو غسانی نے اپنے آدمیوں سے انہیں قتل کرا دیا - یہ اسلام میں پہلے قاصد ہیں جنہوں نے جامِ شہادت پیا -

آں حضرت صلعم نے اس قسم کے واقعات کو روکنے اور اُن کے خون کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار مسلمان حضرت زیدؓ کی سرداری میں موتہ بھیجے - روانگی کے وقت زید کو ایک جھنڈا عطا کرتے ہوئے فرمایا - "اگر زیدؓ شہید ہوں تو اُن کی جگہ حضرت جعفر طیارؓ فوج کے سردار بنیں - اگر جعفر شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ -

یہ واقعہ سنہ ۸ھ کا ہے - دشمن کو مسلمانوں کی تیاری کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی - اس نے خوب تیاری کی اور تین ہزار کے مقابلہ میں ایک لاکھ فوج لا کر کھڑی کر دی - حضرت زیدؓ نے بڑی بہادری سے دشمن پر حملہ کیا - دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے دور تک چلے گئے اور شہید ہوئے - حضرت جعفر نے جھنڈا سنبھال لیا اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت کا

رُتبہ پایا۔ اب جھنڈا حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ کے ہاتھ میں تھا۔ کچھ دیر لڑنے کے بعد وہ بھی شہید ہوئے۔

حضرت خالدؓ نے خود بخود اپنی خدمات پیش کیں اور دشمن پر اس زور کا حملہ کیا کہ وہ میدان چھوڑنے پر مجبور ہو گیا اور تمام دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رُعب بیٹھ گیا۔ رسولِ خداؐ نے پہلے ہی لوگوں کو فوج کے سرداروں کی شہادت کی خبر سنا دی تھی۔ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ حضرت زیدؓ کی بیٹی کو دیکھ کر آپ کا دل بھر آیا۔ اور آپؐ بھی رو دئیے۔ لوگوں نے دریافت کیا "حضور یہ کیوں؟" آپ نے فرمایا۔ یہ محبت کا جذبہ ہے۔

حضرت زیدؓ نو مرتبہ فوج کے سردار بنے۔ وہ ہر لڑائی میں فتح پاتے رہے وہ ارادہ کے پکّے اور مشکلات کا بہادری سے مقابلہ کرنے والے تھے۔ ان کا قد قدرے چھوٹا۔ رنگ گہرا گندمی اور چہرہ رُعب دار تھا۔ پچپن سال کی عمر تھی کہ موتہ کی لڑائی میں شہادت پائی۔ خدا اور اس کا پیارا رسول اُن سے راضی ہو۔

حضرت زید کے اخلاق میں جو نمایاں چیز تھی۔ وہ ان کی وفاداری اور رسولِ خدا سے بے انتہا محبت ہے۔ رسولِ خداؐ کی محبت نے ان سے اپنے عزیز تک بھلا دئے۔

رسولِ خداؐ کی تربیت نے ان کو خاک سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا۔ ان کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ وہ خدا اور اس کے رسول

کے ہو گئے۔ جو بھی خدا اور رسول کا ہو جاتا ہے دنیا اس کی عزت کرتی ہے۔ تم بھی آزما کر دیکھو۔

ان کا اخلاق بہت بلند اور اچھا تھا کیونکہ انہیں رسولؐ خدا کی تربیت حاصل ہوئی تھی انہوں نے ساری عمر آں حضرتؐ کی خدمت میں گذاری۔ بچپن سے شہادت تک حضور کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زیدؓ اسلام لائے تھے۔ انہوں نے رسولؐ خدا کے ساتھ مکی زندگی میں بہت تکلیفیں سہیں وہ آپ کے عزیز ترین غلام تھے۔

حضرت زیدؓ اور ان کی اولاد کو حضورؐ محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں اگر حضرت زید زندہ ہوتے تو آپؐ انہیں اپنا جانشین بناتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ اُن کے پوتے محمدؐ بن اُسامہ کو دیکھا تو عزت سے گردن جھکا لی اور بولے "اگر رسولِؐ خدا انہیں دیکھتے تو محبوب رکھتے"

(۱۰)

حضرت عمرو بن العاص

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"میں خدا کا ایک تیر ہوں اور آپؓ
اس کے تیر انداز ہیں۔ اس لئے آپؓ
(حضرت ابوبکرؓ) کو اختیار ہے جدھر
چاہے پھینکیں"

(حضرت عمروؓ بن العاص)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مکہ کے ایک مشہور خاندان سے تھے جس کے ذمہ مقدمات کا فیصلہ کرنا تھا۔

ان کے والد کا نام عاص تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص جب تک اسلام نہ لائے تھے اسلام کے دشمن اور مسلمانوں کی تباہی میں پیش پیش تھے۔ جب ہجرت حبشہ ہوئی ہے تو مکہ والوں کے اس وفد کے مسلمانوں کو حبشہ سے نکلوانا چاہتا تھا بڑے رکن یہی تھے۔

انہوں نے وہاں ہر طرح کی کوششیں کیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو حبشہ میں پناہ نہ ملے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

خندق کی لڑائی میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے آئے تھے۔ یہ تو تم جانتے ہی کہ خندق کی لڑائی میں گویا اسلام کے خلاف تمام عرب اُٹھ کھڑا ہوا تھا، لیکن خدا نے اسلام ہی کو کامیابی دی اور سارے عرب کو ناکامی نصیب ہوئی۔ اس ناکامی سے متاثر ہو کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص اسلام کی طرف مائل ہوئے اور اس کی تعلیم پر غور کرنے لگے۔ اس سوچ

بچار کے بعد وہ اسلام قبول کرنے کے خیال سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت خالد بن ولید سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ آخر دونوں مسلمان ہو گئے۔ رسولِ خدا کے فیض اور اسلام کی برکت نے انہیں اسلام کا روشن ستارہ بنا دیا۔ جن کی چمک تاریخ کے صفحوں میں ہمیشہ قائم رہے گی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد وہ مکہ لوٹ گئے اور تھوڑے دنوں کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ حضرت عمروؓ بن العاصؓ جس طرف رہے، رہے بہت سخت جب مکہ والوں کی طرف دار تھے۔ تب بھی سخت۔ اور جب اسلام میں داخل ہوئے تب بھی سخت۔ پہلے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے اب کافروں کے سخت دشمن بن گئے

فتح مکہ کے بعد رسولِ خدا نے عرب کے مختلف حصوں میں فوجی دستے بھیجے۔ ایک دستہ حضرت عمروؓ بن العاص کی سرکردگی میں ذات السلاسل کی لڑائی کے لئے بھیجا۔ جہاں سے وہ کامیاب لوٹے۔ اس دستے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔

عرب میں ایک بُت خانہ تھا۔ فتح مکہ کے بعد بھی اس کو لوگ اس ڈر کے مارے نہیں ڈھاتے تھے کہ نہ معلوم کیا مصیبت آئے۔ اس کا نام سواع بن ہذیل کا بُت خانہ تھا۔ یہ فوج لے کر وہاں پہنچے تو بت خانہ کے مجاور نے پوچھا: کس نیت سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا "بت خانہ کو ڈھانے کے لئے" مجاور نے جواب دیا تم اس کو نہ گرا سکو گے۔ اس لئے

کہ وہ آپ اپنی حفاظت کرے گا۔ مگر انہوں نے اس کی باتوں کی پرواہ نہ کی اور اس کے گرانے کا حکم دے دیا چنانچہ سارا بت خانہ گر کر زمین کے برابر ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجاور سے پوچھا "اس بُت خانہ کی طاقت دیکھ لی؟" وہ دیکھ کر فوراً مسلمان ہو گیا۔

جب رسولِ خدا نے بادشاہوں کے پاس دعوت نامے بھیجے تو انہیں عُمان کے حاکم کے پاس خط دے کر بھیجا جو خط دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا۔ یہ سفیر کی حیثیت سے عُمان رہ گئے۔ جب آں حضرتؐ نے رحلت فرمائی تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں جھوٹے نبیوں کے فتنے اور اسلام سے پھرنے والوں کی سزا کے لئے بلا بھیجا۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے نہایت اچھے طریقے سے جھوٹے نبیوں اور اسلام سے پھرنے والوں کے جھگڑوں کو نبٹایا۔ خلیفۂ اوّل کی توجہ اب عراق شام اور ایران کی طرف ہوئی تو انہوں نے حضرت عمروؓ بن العاص کو لکھا کہ تمہیں رسولِ خدا نے عمان کا والی مقرر فرمایا تھا اس لئے میں نے تمہیں واپس بھیج دیا تھا۔ اب میں ایسے کام میں لگانا چاہتا ہوں جو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کے لئے مفید ہے۔ انہوں نے جواب دیا "میں خدا کا ایک تیر ہوں اور آپ خدا کے بعد اس کے تیر انداز ہیں۔ اس لئے آپ کو اختیار ہے جدھر چاہیں پھینکیں۔"

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو فلسطین کی مہم پر روانہ فرمایا۔ اس طرح فلسطین دمشق اور بیت المقدس پر قبضہ ہونے پر تمام شام مسلمانوں کے

جھنڈے کے ماتحت آگیا۔

شام کی فتوحات میں حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت ابوعبیدہؓ کی قوتوں کو زیادہ دخل تھا۔ اس لئے حضرت عمروؓ بن العاص کو ایسے ملک فتح کرنے کی تلاش ہوئی جہاں اکیلے یہ اپنی قوت کے جوہر دکھا سکیں۔

وہ اسلام لانے سے پہلے کئی دفعہ مصر کو دیکھ چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عمرؓ سے مصر پر حملہ کرنے کی اجازت لی۔

حضرت عمرؓ کو مصر پر حملہ کرنے میں دو وجہوں سے پس وپیش تھا پہلی وجہ کہ مسلم فوجوں نے شام فتح کرنے کے بعد دم نہ لیا تھا۔ دوسری کہ مقوقس شاہ مصر کا تھوڑی سی فوج سے مقابلہ کرنا مشکل تھا، لیکن ان کے اصرار اور تقاضے سے حضرت عمرؓ نے انہیں مصر پر حملہ کرنے کی اجازت دے دی۔

یہ بہت ساری بستیاں اور قلعے فتح کرنے کے بعد فسطاط پہنچے۔

یہ قلعہ بہت مضبوط تھا۔ اسلامی فوجوں نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ اسی دوران میں حضرت زبیرؓ بن العوام بھی دس ہزار فوج کے ساتھ مدد کو آگئے اور قلعہ کے دوسری طرف سے حملہ کیا۔ وہ نہایت ہمت اور بہادری کے ساتھ ننگی تلوار لے کر قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے ان کے پیچھے بہت سے بہادر سپاہی بھی ننگی تلواریں لے کر آگے بڑھے بس ایک ہی حملہ میں قلعہ فتح ہوگیا۔

اس کے بعد انہوں نے خلیفۂ ثانی سے اسکندریہ پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی اور وہ مل گئی۔

اسکندریہ مصر کا بہت قدیم شہر تھا اور اس میں رومیوں کا سب سے بڑا گرجا تھا جس کی وجہ سے رومیوں کے ہاں اس شہر کی بہت بڑی اہمیت سمجھی جاتی تھی، گویا یہ ان کا مذہبی مرکز تھا۔

اجازت کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص نے اسکندریہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں رومیوں نے بھی اپنی پوری تیاری کی۔ خود قیصر روم مقابلہ کے لئے تیار ہوا لیکن لڑائی سے قبل ہی مر گیا۔ اس سے رومیوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔

مصری اگرچہ رومیوں کے ماتحت تھے مگر وہ مسلمانوں سے لڑنا نہیں چاہتے تھے اس لئے قبطیوں نے خفیہ معاہدہ کر لیا اور رومیوں کی طرف سے محض دکھاوے کے لئے لڑتے رہے۔

تم پوچھوگے یہ کیوں؟ اس لئے کہ رومی لوگ قبطیوں پر ظلم کرتے تھے قبطیوں نے مسلمانوں کو اپنے لئے رحمت جانا اور خفیہ معاہدہ کر لیا۔ اس معاہدہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ جنگ ہم قبطیوں کی مرضی کے خلاف ہو رہی ہے۔ ہم مجبوری کی حالت میں اس میں شریک ہو رہے ہیں۔ اس لئے قبطیوں کے ساتھ وہ سلوک نہ ہو جو رومیوں کے ساتھ کیا جائے۔

اس معاہدہ کے بعد قبطی مسلمانوں کی ہر طرح مدد کرتے رہے۔ ان کے لئے راستہ صاف کرتے رہے، پُل بناتے اور رسد وغیرہ پہنچاتے رہے۔

رومیوں نے پہلے تو اسکندریہ سے باہر اسلامی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن جب میدان میں مقابلہ نہ کر سکے تو قلعہ کے اندر بند

ہو گئے دو سال تک قلعہ میں سے مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

حضرت عمرؓ کو یہ دیر بہت پریشان کر رہی تھی، انہوں نے لکھا کہ دو سال سے جمے ہوئے ہو ابھی تک نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم رومیوں کی طرح رنگ رلیوں میں پڑ کر اپنے فرض کو بھول گئے ہو۔ جس وقت تم کو میرا خط ملے۔ لوگوں کے سامنے جہاد پر تقریر کرو۔ جن چار آدمیوں کو میں بھیج رہا ہوں ان کو فوج کے آگے رکھ کر جمعہ کے دن حملہ کر دو۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے فوج کو یہ خط پڑھ کر سنایا۔ لوگوں کو اس قدر جوش آیا کہ انہوں نے اسی وقت رومیوں پر حملہ کر دیا۔ حملہ کی ابتدا حضرت عبادہ بن صامت نے کی۔ حضرت عبادہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ صحابہ میں سے تھے۔

حضرت عبادہؓ نے اتنے زور کا حملہ کیا کہ پہلے ہی حملہ میں رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ خشکی اور سمندر کے راستوں سے جدھر موقع ملا بھاگ نکلے۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے ایک فوجی دستہ اسکندریہ پر متعین کر کے خشکی میں رومیوں کا پیچھا کیا۔ ادھر رومیوں نے مسلمانوں کے اس فوجی دستہ پر جو قلعہ کے محاصرہ پر متعین تھا۔ حملہ کر دیا اور اس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔

جب حضرت عمروؓ بن العاص کو معلوم ہوا تو تعاقب چھوڑ کر اسکندریہ کے قلعہ پر لوٹ آئے اور اس قدر زور کا حملہ کیا کہ رومیوں کو

اسکندریہ سے بھگادیا اور وہاں اسلامی جھنڈا لہرادیا اور معاویہؓ بن خدیجؓ کو مدینہ منورہ، اسکندریہ کی فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے بھیجا۔

معاویہؓ بن خدیج ٹھیک دوپہر کے وقت مدینہ پہنچے اور سیدھے مسجد نبوی میں گئے۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت عمرؓ کی لونڈی اس طرف سے گذری اس نے انہیں سفر کی حالت میں دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ معاویہؓ بن خدیج بولے کہ "میں عمرو بن العاص کا قاصد ہوں اور مصر کی فتح کی خوشخبری لایا ہوں"۔ لونڈی نے جاکر حضرت عمرؓ کو قاصد کا حال بتایا۔ انہوں نے فوراً معاویہ بن خدیج کو بلایا اور اُن سے تفصیلی حالات معلوم کئے اس کے بعد منادی کرا کر مدینہ کے تمام مسلمانوں کو ان سے مصر کی فتح کے حالات سنوائے۔

آخر میں حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا "تم سیدھے مسجد میں کیوں چلے گئے؟" معاویہ بن خدیج نے کہا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ میں نے خیال کیا کہ آپ آرام فرماتے ہوں گے، حضرت عمرؓ نے فرمایا "کیا میں دن کو سوکر رعایا کو تباہ کرتا؟"

اسکندریہ کے فتح ہونے کے بعد مصر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اب اسلامی فوجیں شمالی افریقہ میں طرابلس کا قلعہ بہت مضبوط تھا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ دو مہینے تک اسلامی فوجیں محاصرہ کئے ہوئے پڑی رہیں کہ ایک دن ان کو قلعہ کا چھپا ہوا راستہ معلوم ہو گیا۔ انہوں نے اسی راستہ سے حملہ کیا اور پورے شہر پر

قبضہ کر لیا۔

طرابلس سے آگے بڑھنے کے لئے حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی سے اجازت مانگی اُنہوں نے آگے بڑھنے سے منع فرمایا۔ اس لئے پیش قدمی روک دی گئی اور مفتوحہ ملک کے انتظام کو ٹھیک ٹھاک کرنا شروع کیا۔

حضرت عمرؓ نے ان ہی کو مصر کا گورنر بنایا۔ اُنہوں نے وہاں کے بسنے والوں کے فائدے اور بہتری کے لئے ہر قسم کی کوششیں کیں۔ مصر کے لوگ ان کے انصاف اور اچھے انتظام کی وجہ سے آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور مصر پھر سرسبز اور خوش حال ہو گیا۔

مصر اسلام کے نور سے جگمگا اٹھا اور اسلام کی مشہور آبادیوں میں سے ایک آبادی بن گیا۔

آج بھی مصر اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ ہے۔ جب تک دُنیا قائم ہے مصر اسلام ہی کا گہوارہ رہے گا۔ اس لئے کہ مصر کے فتح کرنیوالے سچے مسلمان تھے۔ ان کے دلوں میں خلوص تھا، نیک نیتی تھی، سچائی تھی۔ جس چیز کی بنیاد سچائی نیک نیتی اور خلوص پر ہوتی ہے وہ دنیا میں ہمیشہ قائم رہتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ تک حضرت عمروؓ بن العاص مصر کے گورنر رہے۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کو ان کے انتظام کے متعلق کچھ شکایتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ اس لئے انہیں مدینے بلا لیا اور مدینے سے پھر یہ مصر

میں جا کر گوشہ نشین ہو گئے لیکن امیر معاویہؓ نے انہیں کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب حضرت عمروؓ بن العاص گوشہ نشینی سے نکل کر سیاست کے میدان میں آئے اور امیر معاویہؓ کی ہر طرح مدد کی۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی صورت شکل یہ تھی۔ ذرا پستہ قد اور بدن کے موٹے تھے اور آخری عمر میں خضاب لگانے لگے تھے۔ سمجھ بوجھ، عقلمندی اور دانائی اور حکومت کرنے کے طریقوں میں تمام عرب میں ممتاز تھے۔ رائے کی پختگی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ان کی رائے کی پختگی کی خود رسولؐ خدا تعریف فرماتے تھے۔ آپ اُن سے فرماتے تھے کہ "تم اسلام میں پختہ رائے آدمی ہو"

حضرت عُمرؓ فرماتے ہیں کہ "عمروؓ بن العاص حکومت کے لئے موزوں ہیں"۔ حضرت عمرؓ جب کسی غیر موزوں آدمی کو دیکھتے تو حیرت سے فرمایا کرتے تھے "اس آدمی اور عمروؓ بن العاص کے پیدا کرنے والے کی ایک ہی ذات ہے"

اس سمجھ بوجھ اور بہادری کی وجہ سے رسولؐ خدا اکثر فوجی مہمیں ان ہی سپرد کرتے تھے۔ کبھی کبھی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے بزرگ بھی ان کی ماتحتی میں میدان جنگ میں جاتے تھے۔

حضرت عمروؓ بن العاص کو مختلف دوروں سے گذرنا پڑا لیکن انکی ہمت، شجاعت، دلیری اور اسلام پر پورا ایمان ایسی خصوصیات ہیں

جوان کو اپنے زمانے کے اولوالعزم سپہ سالاروں میں شمار کراتی ہیں یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام ان کے کارناموں کو روشن اور نمایاں کر کے پیش کرتی ہے۔

اسلامی لڑائیوں میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ حضرت خالد کے دوش بدوش لڑے۔ شام و مصر کی فتوحات ان کی آب دار تلوار سے ہوئیں۔ تاریخ اسلام عمرو بن العاص کے کارناموں سے ہمیشہ بھرپور رہیگی۔

تم بھی دنیا میں ان ہی کی طرح ناموری، شہرت، عزت اور بڑائی حاصل کر سکتے ہو بشرطیکہ ان جیسے کام کرو۔ خدا کی رحمت ان کی روح پہ ہو۔

(۱۱)

حضرت اُسامہ بن زید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"اُسامہؓ بن زیدؓ کو امیر بنانے میں بعض
لوگوں نے جو نکتہ چینیاں کی ہیں۔ اس کی
خبر مجھے مل چکی اُسامہ کی سرداری پر یہ اعتراض
کوئی نیا نہیں تم لوگ اس سے پہلے اس کے
باپ کی سرداری کے قابل ہے۔ وہ مجھے
بہت پیارا تھا اور یہ بھی ہر حُسنِ ظن کے لائق
ہے اس لئے تُم لوگ اس کے ساتھ بھلائی
سے پیش آؤ۔ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں
سے ہے"

(رسولِ خدا کے ارشادات جیش اُسامہؓ کی روانگی
کے وقت)

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُسامہؓ نام ابو محمدؐ کنیت، حب رسول اللہ لقب۔ رسولِ خدا کی بعثت کے ساتویں سال مکہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد رسولِ خداؐ کے عزیز ترین غلام بلکہ منہ بولے بیٹے تھے۔ اُن کی والدہ رسول خدا کی کھلائی حضرت اُمِ ایمنؓ تھیں۔

حضرت اُسامہ بن زید، ماں اور باپ دونوں کی طرف سے رسولِ خدا کے عزیز ترین صحابی تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انھیں ورثہ میں ملی تھی اور اسلام کے ماحول میں انھوں نے پرورش پائی تھی۔

شروع کی لڑائیوں میں یہ اس لئے شریک نہ ہو سکے کہ چھوٹی عمر کے تھے۔ جب چودہ سال کے ہوئے تو وہ ایک لڑائی کے سردار بنائے گئے جس کا نام حرقہ کی لڑائی ہے۔ اس لڑائی میں یہ کامیاب لوٹے۔

فتح مکہ میں یہ شریک تھے۔ بلکہ رسولِ خدا کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھے اور آگے آگے حضرت بلالؓ اور عثمانؓ بن طلحہؓ تھے۔ اس طرح رسولِ خدا کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔

جیش اُسامہ کی سرداری بھی حضرت اُسامہ کے سپرد ہوئی۔ اس

چڑھائی کی یہ خصوصیت تھی کہ حضرت اسامہ کی ماتحتی میں بڑے بڑے صحابی تھے۔

حضرت زیدؓ کی شہادت میں تم پڑھ چکے ہو کہ حضور نے ان کو ایک فوج کا سردار بنا کر بھیجا تھا جو آنحضرتؐ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدی کی شہادت کا انتقام لینے گئی تھی۔ رسولِؐ خدا نے انہیں جھنڈا مرحمت فرمایا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ جھنڈا زید بن حارث لیں یہ شہید ہو جائیں تو جعفر طیار لیں۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ لیں یہ تھی ایک طرح ان کی شہادت کی پیشین گوئی جو حرف بحرف پوری ہوئی اور یہ اسی ترتیب سے شہید ہوئے۔ اب حضرت خالدؓ بن ولید نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا بڑے زور کا حملہ کیا اور دشمنوں کو شکست دے کر کامیابی کے ساتھ مدینہ منورہ واپس ہوئے رسولِؐ خدا کو اپنے عزیز ترین غلام اور دوسرے ساتھیوں کی شہادت کا بہت رنج تھا، اس لئے آپؐ نے حضرت زیدؓ کے بیٹے حضرت حضرت اُسامہ کی سرداری میں یہ فوج تیار کی۔

یہ لشکر ۱۱ھ میں بالکل تیار ہو گیا۔ رسولؐ خدا نے حضرت اُسامہؓ کو بُلا کر ضروری ہدایتیں فرمائیں۔ اتفاق سے انہیں دنوں آنحضرتؐ بیمار ہو گئے تھے باوجود علالت کے آپ نے جیش اسامہ روانگی ملتوی نہ فرمائی۔

اس فوج میں رسولؐ خدا کے بڑے بڑے ساتھی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت ابوعبیدہؓ حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت عمر بن زید، اور قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہم تھے لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ رسول خدا

ایک غلام کے بیٹے کی سرداری میں اتنے بڑے بڑے صحابی بھیج رہے ہیں۔ جب آپؐ کو ان باتوں کی خبر ہوئی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوئی اور اسی بیماری کی حالت میں سر پر پٹی باندھے۔ باہر نکلے اور منبر پر چڑھ کر ایک مختصر تقریر میں فرمایا۔ اسامہ بن زیدؓ کو امیر بنانے پر بعض لوگوں نے جو نکتہ چینیاں کی ہیں ان کی خبر مجھے ملی ہے۔ اسامہ کی سرداری پر یہ اعتراض کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ تم لوگ پہلے اس کے باپ کی سرداری پر بھی اعتراض کر چکے ہو، خدا کی قسم وہ سرداری کے قابل تھا اور اس کے بعد اس کا لڑکا سرداری کے لائق ہے، وہ مجھے پیارا تھا اور یہ بھی ہر حسن ظن کے سزاوار ہے۔ اس لئے تم اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ کہ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہے۔"

اس فوج کی پہلی منزلِ مقام جرف تھا۔ اس لئے جانے والوں کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت اسامہؓ رسولؐ خدا کو بیمار چھوڑ کر گئے تھے اس لئے آپ کے دیکھنے کے لئے آتے رہے۔ بیچ میں آنحضرتؐ کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ حضرت اسامہؓ نے اپنی فوج کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔

فوج ابھی روانہ ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں حضرت اسامہؓ کے پاس آدمی آیا۔ جس نے رسولؐ خدا کے آخری وقت ہونے کی خبر دی۔ یہ سن کر حضرتِ عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت اسامہؓ مدینہ پہنچے۔ اس وقت رسولِ خدا رحلت فرما چکے تھے۔ اس لئے فوج کی روانگی ملتوی ہو گئی اور یہ حضراتؓ آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ آنحضرتؐ کے جسم پاک کو قبر میں حضرت اسامہؓ

ہی نے اتارا۔

رحلت کے بعد حضرت ابو بکرؓ مسلمان کے سردار بنے تو آپ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ جیش اُسامہ کو کوچ کرنے کا حکم دیدیا۔ مگر اس وقت عرب میں دو نئے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے ایک تو جھوٹے نبیوں کا دعویٰ اور دوسرے بعض لوگوں کا اسلام سے پھر جانا۔

صحابہ نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ پہلے اپنے گھریلو جھگڑوں کو ختم کر لیجئے اور جیش اسامہ کو روک دیجئے۔ حضرت اسامہؓ نے بھی یہی درخواست کی۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے نہایت بہادرانہ انداز سے فرمایا۔ خواہ مجھے درندے نوچ کر کھا جائیں، لیکن میں رسولِؐ خدا کے حکم کو پورا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

بہرحال یہ فوج روانہ ہو گئی۔

انصار میں سے کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اُسامہؓ کی جگہ کسی بڑے آدمی کو سردار بنایا جائے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے یہ پیغام سُنا تو بہت خفا ہوئے اور فرمایا "جس شخص کو رسولؐ خدا نے امیر بنایا ہے۔ تم اس کے معزول کرنے کی خواہش کرتے ہو۔"

چنانچہ فوج اس طرح روانہ ہوئی کہ حضرت ابو بکرؓ پیدل چل رہے تھے اور حضرت اسامہؓ سوار تھے۔ حضرت اسامہؓ نے کہا "اے ہمارے سردار آپ سوار ہو جائیے یا میں پیدل ہو جاتا ہوں۔" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔" نہ میں سوار ہوں گا اور نہ تمہیں اُترنے کی اجازت ہے، میرے

پاؤں کو خدا کی راہ میں گرد آلود ہونے دو اور اگر حضرت عمرؓ کو میرے پاس مدینہ میں رہنے دو تو بہت اچھا ہوگا۔"

حضرت اُسامہ نے بخوشی اجازت دیدی پھر امیرالمومنین نے رخصت ہوتے وقت فوجیوں کو نصیحت کی" لوگو! ٹھہرو میں تم کو ان باتوں کی وصیت کرتا ہوں ان کو یاد رکھنا۔

(۱) خیانت نہ کرنا

(۲) مال نہ چھپانا

(۳) بیوفائی سے بچنا

(۴) کسی کے اعضا نہ کاٹنا

(۵) بوڑھوں، بچّوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔

(۶) پھل والے درختوں کو نہ کاٹنا۔

(۷) بلاضرورت جانوروں کو ذبح نہ کرنا۔

(۸) تمہیں وہ لوگ ملیں گے جو دنیا چھوڑ کر خانقاہوں میں عبادت کے لئے جا بیٹھے ہیں۔ اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دینا۔

(۹) ایسے لوگوں پر بھی تمہارا گذر ہوگا جو برتنوں میں طرح طرح کے کھانے تمہارے سامنے لائیں گے۔ جب تم کو اس میں سے کھانا کھانا ہو تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔

(۱۰) ایک جماعت ایسی بھی ملے گی جن کے سروں پر گھونسلا بنا ہوا ہوگا۔ ان کو تلواروں سے کاٹ ڈالنا، اللہ کے نام پر

روانہ ہو جاؤ وہ تم کو دشمن کے نیزوں اور بیماریوں سے بچائے۔

سیاسی حیثیت اس لشکر کا بھیجنا بہت ضروری تھا۔ اس لشکر نے دشمن کے ملک پر حملہ کیا اور شکست دے کر لوٹا حضرت اسامہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں فتح کی خوشخبری بھیجی، آپؓ اس فتح سے اس قدر خوش ہوئے کہ مہاجرین و انصار کو لے کر مدینہ سے باہر ان کے استقبال کو نکلے۔ حضرت اُسامہؓ نہایت شاندار طریقے سے مدینہ میں داخل ہوئے۔ اس جلوس میں بریدہؓ بن حصیب آگے آگے پرچم لہرا رہے تھے اور ان کے پیچھے حضرت اسامہؓ اپنے والد کے گھوڑے پر سوار تھے۔ مدینہ آکر انہوں نے مسجد نبویؐ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے گھر گئے۔

خلافت راشدہ کے زمانے میں حضرت اُسامہؓ مختلف طریقوں سے اسلام کی خدمت کرتے رہے۔

آپؓ کی وفات ساٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ اپنے باپ حضرت زیدؓ کی طرح اسلام کی تاریخ میں روشن نام چھوڑ گئے۔ ان کی خصوصیات یہ ہیں۔ رسولؐ خدا کے بہت ہی عزیز ترین صحابہ میں سے تھے۔ آنحضرت کی خدمت میں رہتے تھے۔ سفر میں بھی ہمرکاب رہتے۔ حضرت اسامہؓ نے بہترین ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ اسی میں چھوٹے سے بڑے ہوئے۔ فوجوں کی سرداری کی۔ اسلام کی خدمت کے لئے تکلیفیں اُٹھائیں۔

تم بھی حضرت اُسامہؓ کی طرح اسلام کی خدمت کے لئے تکلیفیں اُٹھاؤ۔ اسلام تمہارے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ تجربہ کر کے دیکھو۔ خدا تمہاری مدد کرے۔ خدا اس وقت مدد کرتا ہے جب آدمی پکا ارادہ کر لیتا ہے۔ خدا کی رحمت و برکت حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ پر ہو اور ہم سب کو ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۱۲)

بنی اُمیّہ کے مشہور سپہ سالاروں کا تعارف

"بنی اُمیّہ کے سپہ سالار بڑے اولوالعزم اور بہادر تھے جنہوں نے اسلامی فتوحات کو ایک طرف مشرق میں چین کی سرحدوں تک پہنچا دیا تھا اور دوسری طرف مغرب میں فرانس کی سرحدوں تک"

(ایک مؤرّخ)

بنی اُمیّہ کے مشہور سپہ سالاروں کا تعارف

اُمویوں کا زمانۂ حکومت اس وجہ سے ممتاز تھا کہ ان کا تمام زمانہ فتوحات اور اسلامی شان و شوکت کا رہا - ان کے زمانے میں بڑے بڑے سپہ سالار پیدا ہوئے جن کا ذکر تم آگے چل کر پڑھو گے -

ملکوں کی فتوحات کا دارومدار سپہ سالاروں کی سمجھ بوجھ اور فوجی قابلیت پر ہوتا ہے - اب تم آگے اس کتاب میں بنی اُمیّہ کے مشہور سپہ سالاروں کا حال پڑھو گے اور اس کے بعد چند بنی عباس کے سپہ سالاروں کا بھی - باقی تفصیلی حالات بڑے ہو کر بڑی بڑی کتابوں میں پڑھنا - یہاں اس جگہ تو ہم نے تھوڑا تھوڑا حال ہر ایک کا بتایا ہے تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ ہمارے بڑے کس قدر بہادر، دلیر، اولوالعزم اور فاتح تھے -

اسلام کے یہ سپہ سالار جدھر کا رخ کرتے تھے فتح و کامرانی اُن کے قدموں کو چومتی تھی - جس زمانے کی فتوحات کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے - یہ فتوحات اس قدر پائدار تھیں کہ مسلمانوں کی حکومتیں مفتوحہ ملکوں پر ایک ایک ہزار سال تک مسلسل رہیں -

اس میں کوئی شک نہیں کہ بنی امیہ کے زمانے میں گھریلو جھگڑے بدامنیاں اور بغاوتیں اُٹھیں لیکن مستعدی کے ساتھ انھیں دبادیا گیا۔

ولید بن عبدالملک کا زمانہ اسلامی فتوحات کا شاندار زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں اسلامی فتوحات کا رقبہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا مشرق میں سندھ اور چینی ترکستان تک اسلامی مملکت کا رقبہ بڑھ گیا تھا، شمال میں بحرِ خضر، آذربائیجان اور آرمینیا تک اور مغرب میں اندلس کی وادیوں تک۔

ولید کے بعد ہشام کا زمانہ بھی اسلامی فتوحات کی وجہ سے نمایاں ہے۔ ان کے زمانہ میں مسلمانوں نے فرانس پر چڑھائی کی۔ آدھے فرانس کو فتح کر ڈالا لیکن تازہ دم فوج نہ پہنچنے کی وجہ سے بجائے آگے بڑھنے کے اسلامی فوجوں کو پسپا ہونا پڑا۔ اگر مسلمانوں کا فرانس پر یہ حملہ کامیاب ہو گیا ہوتا تو نہ صرف فرانس بلکہ پورے مغربی یورپ کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔

اب یہاں اس جگہ ہم ان مشہور سپہ سالاروں کے کارناموں کا مختصر حال بیان کرتے ہیں جن کا بیان تم اس کتاب میں آگے چل کر پڑھوگے۔

(۱) قتیبہ بن مسلم باہلی حجّاج بن یوسف کے تربیت یافتہ سپہ سالاروں میں سے تھے جنھوں نے وسط ایشیا کی فتوحات میں بڑے شاندار

کارنامے چھوڑے ہیں۔ فوجی قابلیت میں دنیا کے کسی سپہ سالار سے پیچھے نہیں تھے۔

(۲) محمد بن قاسم ثقفی حجاج بن یوسف ثقفی کا داماد جس نے سترہ سال کی عمر میں سندھ کو فتح کیا جس کی بہادری کی مثال فوجی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ ان کے شاندار کارنامے سکندر اعظم کے کارناموں سے بڑھ کر ہیں۔ ان کی انتظامی قابلیت بے نظیر تھی۔ تھوڑے سے عرصے میں سندھ کو فتح کر کے اس میں امن وامان قائم کیا، سندھ کی حالت سدھاری اور اسے خوش حال بنایا۔

(۳) عقبہ بن نافع فاتح مراکش سپہ سالار قیروان جنہوں نے مراکش کو فتح کر کے بحرِ ظلمات میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور خدا سے دعا مانگی :-
"اے اللہ اس سمندر کی موجیں مجھے نہ روکتیں تو میں تیرے نام کی عظمت وجلال پھیلانے کے لئے دنیا کی آخری حدوں تک برابر چلا جاتا۔"

(۴) موسیٰ بن نصیر جنہوں نے شمالی افریقہ اور اندلس کو فتح کیا اور فرانس پر حملہ کرنے والے یہی تھے جن کے کارنامے تاریخ اسلام میں سنہری حرفوں میں منقش ہیں۔

(۵) طارق بن زیاد فاتح اندلس جنہوں نے اندلس میں جا کر ۱۲ ہزار فوج سے راڈرک کی ایک لاکھ فوج کو شکست دی اور پورے اندلس کو فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کیا۔ یورپ میں سب سے پہلے اسلامی پیام لے جانے والے یہی تھے۔

(۶) مسلمہ بن عبدالملک - بنی امیہ کا سب سے بہادر شہزادہ جنہوں نے قسطنطنیہ پر زبردست حملہ کیا - ان کی بہادری کے واقعات اسلامی تاریخ میں ولولہ انگیز اور جوش پیدا کرنے والے ہیں۔

(۷) یزید بن مہلب - ان کے باپ مہلب اپنے زمانہ کے مشہور سپہ سالار تھے لیکن بیٹے باپ سے کہیں زیادہ شجاع تھے - جرجان اور طبرستان ان کی فتوحات میں سے ہیں - جہاں بھی انہوں نے حملہ کیا کہیں ان کے قدم پیچھے نہ ہٹے اور نہ ان کے قدم کسی جگہ میدانِ جنگ میں ڈگمگائے ۔

(۸) جنید بن عبدالرحمٰن والیِ سندھ، جب سندھ میں والی بن کر آئے تو ان کے شاندار کارناموں نے لوگوں کے دلوں میں محمد بن قاسم کی فتوحات کی یاد تازہ کر دی - ان کی فتوحات کا دائرہ محمد بن قاسم سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔

(۹) عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی، فرانس پر حملہ کرنے والے والیِ اندلس جنہوں نے فرانس میں فرانسیسی، جرمن اور پرتگالی متحدہ فوجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہادت حاصل کی - اگر ان کو تازہ دم فوجوں کی مدد ملتی تو اندلس کی طرح فرانس بھی اسلام کے زیرِ نگیں ہو جاتا۔

اب اتنے تعارف کے بعد باقی حالات تم آگے چل کر پڑھو - اگر زیادہ حالات معلوم کرنا چاہو تو بڑے ہو کر تاریخِ اسلام میں سے خود پڑھ کر معلوم کرنا ؛

(۱۳)

قتیبہ بن مسلم باہلی

(فاتح وسطِ ایشیا)

"اس شخص کو تم کیسے لالچی کہہ سکتے ہو
جس نے دنیا کو باوجود اس پر قبضہ رکھنے
کے بھی چھوڑ رکھا ہو؟"

(مسلمانوں کے قاصد ہُبیرہ کی چین کے بادشاہ
کے دربار میں تقریر)

قتیبہ بن مسلم باہلی، فاتح وسطِ ایشیا

بنو اُمیہ کے زمانے میں حجّاج بن یوسف ثقفی سلطنت اسلامیہ کے مشرقی حصّوں کے گورنر تھے۔ ان کو آدمی کی خاص پہچان تھی۔ انہوں نے اپنے فوجی سپہ سالار ایسے بہادر اور مستقل لوگ مقرر کئے تھے جن کے شاندار کارنامے اسلام کی تاریخ میں آج تک چمک رہے ہیں۔

حجاج بن یوسف ثقفی نے نہایت سوجھ بوجھ، عقلمندی اور بہادری سے مشرقی صوبوں پر حکومت کی۔ انہی کی تربیت نے محمد بن قاسم، فاتح سندھ، کو پیدا کیا۔ انہی کی نظر قتیبہ بن مسلم باہلی پہ پڑی جن کے کارنامے آج بھی ہمارے مردہ دلوں میں اسلامی بہادری، ہمت، اولوالعزمی، جوش اور ولولہ پیدا کر سکتے ہیں۔

قتیبہ بن مسلم باہلی اسلامی سپہ سالاروں میں بہت ممتاز تھے۔ ان کی اولوالعزمی، ہمت، بہادری، خلوص اور اسلام کی خدمت کے لئے سب کچھ تج دینا اُن کی خصوصیات میں سے تھا۔

اسلام کے عروج و سربلندی کے زمانہ میں ایسے بڑے بڑے

سپہ سالار اُمتِ اسلامیہ میں کثرت کے ساتھ پیدا ہوئے۔

سنہ ۸۶ ہجری میں حجاج نے قتیبہ بن مسلم باہلی کو معمولی سپاہی سے ترقی دے کر وسط ایشیا کا سپہ سالار مقرر کیا۔ انھوں نے اپنا عہدہ سنبھالتے ہی فوجوں کو خاص انداز پر منظم کیا اور ان کو خاص قسم کی تربیت دی۔ اپنی زندگی کے اچھے نمونہ سے پوری فوج میں بہادری، اولوالعزمی اور ہمّت کا جذبہ پیدا کر دیا۔

فوجی تنظیم کے بعد آپ نے اپنی تمام فوجوں کے سامنے جہاد پر ایک بہترین خطبہ دیا جو تاریخِ اسلام میں زریں حرفوں میں منقش ہے۔ تم آگے چل کر اسلام کی تاریخ میں پڑھنا۔

اس کے بعد انھوں نے سب سے پہلا حملہ وسط ایشیا یعنی خراسان کے مشہور شہر مَرو پر کیا۔ مَرو پر قبضہ کر کے وہاں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ پھر اس کے بعد آگے طالقان کے علاقہ کی طرف بڑھے۔

طالقان کو اسلام کی وسیع مملکت میں شامل کرنے کے بعد دریائے جیحوں کو پار کر کے آگے بڑھے تو صغانیاں کا حاکم ان کے پاس آیا۔ اس نے اسلام کی اطاعت قبول کر لی اور قتیبہ بن مسلم باہلی کو تحفے بھی پیش کئے۔

یہاں سے فارغ ہو کر کفتان اور طخارستان پر فوج کشی کی۔ ان علاقوں کے حکمرانوں نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ قتیبہ اس جگہ بھی اپنا نائب سپہ سالار چھوڑ کر کچھ دن کے لئے مَرو میں آ گئے۔ اس بات کی

خبر حجّاج بن یوسف ثقفی کو ملی تو انہوں نے قتیبہ کو لکھا کہ "مورچہ پر فوج کو چھوڑ کر چلے آنا سپہ سالاری کے اصول کے خلاف ہے۔ تم جب کہیں فوج کشی کرو تو فوج کے آگے رہو اور جب واپس ہو تو پیچھے"

توران کا ایک بڑا سردار نیزک نامی تھا۔ ۸۷ھ ہجری میں اس نے آکر اطاعت قبول کی۔ اس سردار کے پاس بہت سے مسلمان قیدی تھے اس نے انہیں رہا کر دیا۔

دریائے جیحوں کے کنارے پر بیکند نامی شہر کے حاکم نے قتیبہ کی فوج سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج تیار کی۔ قتیبہ نے پہلے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ اس سردار نے چالاکی سے اسلامی فوج کا چاروں طرف راستہ روک لیا۔ اسلامی فوج گھر گئی۔ پھر بھی دو مہینے تک برابر بہادری سے لڑتی رہی۔

قتیبہ اسی دوران میں حجاج کو کوئی خبر نہ دے سکا۔ حجاج کو بڑی فکر ہوئی۔ انہوں نے اپنا ایک خاص قاصد بھیج کر حالات معلوم کئے اور فوراً مدد کے لئے کمک بھیجی۔ تازہ دم فوج اور قتیبہ کی فوج نے مل کر دشمن کی فوج پر ایک ایسا زور کا حملہ کیا کہ دشمن بھاگ نکلا۔ وہ بیکند کے دروازے بند کر کے رہنا چاہتا تھا کہ قتیبہ نے فوراً اس کا راستہ روک دیا۔

مجبوراً وہ دائیں بائیں نکل گیا۔ بیکند کے رہنے والوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔ قتیبہ شہر کے انتظامات درست کر کے مَرْو

لوٹنا چاہتے تھے کہ راستہ میں انہیں خبر ملی کہ بیکند والوں نے دھوکے سے مسلمان حاکم کو شہید کر ڈالا ہے۔ قتیبہ نے لوٹ کر شہر کو نئے سرے سے فتح کیا اور ان لوگوں کو جنہوں نے غداری کی تھی سزائیں دیں۔ پھر قتیبہ مَرْو میں آ گئے۔

اب قتیبہ کے سامنے دو کام تھے:-

(۱) مفتوحہ ملکوں کی از سر نو تنظیم اور (۲) فوجوں کو آرام کے بعد پھر سے درست کرنا، کیونکہ ان کو اگلے سال بخارا پر حملہ کرنا تھا۔

غرض ایک سال کے آرام کے بعد قتیبہ بن مسلم باہلی نے موسم بہار میں بخارا پر حملہ کیا۔ راستہ میں سُغدی، ترکی اور فرغانی قوموں کی ملی جلی فوجوں نے اسلامی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ توران کے حکمران نیزک نامی نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور سپہ گری کے خوب جوہر دکھائے۔ دشمنوں کو شکست ہوئی۔ اب قتیبہ نے کچھ دن فوجوں کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے آرام کیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد قتیبہ نے پھر تازہ دم فوجوں سے بخارا پر حملہ کر دیا۔ بخارا کے حکمران نے شہر کے دروازے بند کر لئے۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کو تین چار مہینے گذر گئے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اسلامی فوجوں نے محاصرہ اٹھا لیا اور مَرو میں واپس آ گئیں۔ حجاج نے اس ناکامی کی خبر سنی تو فوراً قتیبہ سے بخارا کا نقشہ منگایا۔ اس کے بعد ہدایات بھیجیں کہ فلاں سمت سے بخارا پر فوج کشی کرو۔ قتیبہ کے اگلے

حکم کے مطابق ۹۰ہجری میں بخارا پر پھر چڑھائی کی۔ بخارا کے حکمران نے سغدیوں اور ترکوں سے مدد مانگی۔ ترک اور سغدی بخارا والوں کی مدد کے لئے آ گئے اور بخارا والے بھی شہر سے نکلے۔ اب اسلامی فوجیں دونوں طرف سے دشمنوں کے بیچ میں گھر گئیں۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں میدان سے اکھڑ جائیں، مسلمان عورتوں نے فوجوں کو غیرت دلائی، انہیں روکا اور چلائیں۔ پھر فوجیں جم کر لڑیں۔

قتیبہ نے للکار کر کہا کہ آج کون قبیلہ ہے جو دشمنوں کو مار کر پیچھے ہٹا دے۔ یہ للکار سنتے ہی فوراً بنی تمیم کا سردار وکیع تیار ہوا اور اپنے قبیلہ کے بہادروں کو ساتھ لے کر دریا پار کیا۔ بنی تمیم کا ایک دوسرا سردار ہریم نامی بھی بہادروں کا ایک دستہ لے کر وکیع کی مدد کے لئے پہنچا۔ وکیع نے حملہ کے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ جو شہادت چاہتا ہے، حملہ میں صرف وہی میرے ساتھ چلے دوسرے لوگ ہرگز نہ جائیں۔ آٹھ سو جانبازوں نے اس کا ساتھ دیا۔ وہ پیچھے سے دشمنوں پر آ پڑے۔ یہ جانباز اس ہمت، دلیری اور بہادری سے لڑے کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بخارا کا حکمران اور اس کا بیٹا دونوں زخمی ہوئے۔

اسلامی فوجوں نے فوراً شہر پر قبضہ کر لیا اور شہر میں داخل ہو گئیں۔ بخارا کی فتح کوئی معمولی فتح نہ تھی۔ مسلمانوں کی اس شاندار فتح سے وسط ایشیا کے حکمران ڈر گئے اور سب نے آ کر قتیبہ

کی اطاعت قبول کی۔

سنہ ۹۳ ہجری میں قتیبہ نے خوارزم پر قبضہ کر لیا اور سمرقند پر چڑھائی کی۔ خوارزم اور سمرقند کی جنگ میں غیر مسلم بھی اسلامی فوجوں کی مدد کر رہے تھے۔ سمرقند بھی فتح ہوا۔ قتیبہ نے وہاں ایک مسجد بنوائی اور اس میں نماز ادا کی۔ عبداللہ بن مسلم باہلی کو وہاں کا حاکم بنا کر خود اپنے مرکز مرو میں چلے گئے۔

اس سے اگلے سال سنہ ۹۴ ہجری میں شاس اور فرغانہ کے علاقے بھی قتیبہ نے فتح کر لئے۔ سنہ ۹۶ ہجری میں پورے کاشغر پر اسلامی فوجوں نے قبضہ کر لیا۔

قتیبہ بن مسلم باہلی اپنے زمانے کے بہت بڑے ہمّت والے، اولوالعزم اور جلیل القدر سپہ سالار تھے جن کی تلوار نے وسط ایشیا کے وہ تمام ملک فتح کئے جن کے نام یہ ہیں:۔

بخارا، سمرقند، تبت، چینی ترکستان، منگولیا، زنگیریا، روسی ترکستان اور خوارزم وغیرہ۔

آپ لوگ ان ملکوں کے حدود معلوم کرنا چاہیں گے۔ وہ حدیں یہ ہیں: مشرق میں چین کا ملک، مغرب میں بحیرۂ خضر، شمال میں سائبیریا اور جنوب میں افغانستان اور ایران وغیرہ غرض ان حدوں کے اندر جتنے ملک ہیں سب کے سب قتیبہ کی سپہ سالاری میں فتح ہوئے ہیں۔

وسط ایشیا کی فتوحات کے بعد قتیبہ نے ہبیرہ بن مُشمرج کلابی کو

قاصد بنا کر چند ساتھیوں کے ساتھ چین کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ بادشاہ نے اس وفد کی بڑی آؤ بھگت کی، بڑی شان وشوکت سے ان کے ٹھہرانے کے انتظامات کئے۔ وفد نے بادشاہ کے دربار میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اور اس سے کہا" اسلام لاؤ، امن وامان سے رہو اور اس بڑی برادری میں شامل ہو جاؤ جس میں امیر، غریب، گورے اور کالے کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اس برادری میں بڑا صرف وہ ہے جو اچھے کام اور لوگوں کی خدمت زیادہ سے زیادہ کرتا ہو۔"

چین کے بادشاہ نے بات چیت کے دوران میں کہا کہ "قتیبہ کے پاس فوج کم اور لالچ زیادہ ہے۔" میری طرف سے ان سے کہنا کہ وہ واپس چلے جائیں ورنہ میں ایک ایسی زبردست فوج بھیجوں گا جو ان کا اور ان کے ساتھیوں کا نام ونشان مٹا دے گی۔"

ہبیرہ بن مُشمرج کلابی نے بادشاہ کو جواب دیا" اے چین کے بادشاہ! اس فوج کی تعداد کا تم کیا اندازہ کر سکتے ہو جس کا ایک سرا تمہارے ملک کی سرحد سے ملا ہوا ہو اور دوسرا سرا شام کے ملک سے اور اس شخص کو تم لالچی کیسے کہہ سکتے ہو جس نے دنیا کو باوجود اپنے قبضہ میں رکھنے کے بھی چھوڑ رکھا ہو۔"

آخر میں چین کے بادشاہ نے دلجوئی کی اور تحفے دے کر ہبیرہ بن مُشمرج کلابی کو رخصت کیا۔

تم نے قتیبہ کے شاندار کارنامے پڑھ لئے۔ ذرا سوچو تو وہ

کون سی چیز تھی جس نے قتیبہ کو اتنا بڑا آدمی بنایا اور وہ کونسی چیز تھی جس نے قتیبہ کی فتوحات کو پائدار اور شاندار بنایا۔ قتیبہ کے بعد وسط ایشیا پر مسلمانوں نے مسلسل ایک ہزار سال تک نہایت شاندار حکومت کی۔ نہ صرف یہ بلکہ وسط ایشیا کے بڑے بڑے شہر اسلامی تمدن و تہذیب اور علوم و فنون کے مرکز بن گئے۔ بخارا، سمرقند، تاشقند وغیرہ کا تمدن آج بھی اسلامی تاریخ کے صفحوں کی زینت بنا ہوا ہے۔

وسط ایشیا کی قوموں نے اسلام کی جتنی خدمتیں کی ہیں وہ بھی اسلام کی تاریخ کے صفحوں میں زرّیں حرفوں میں موجود ہیں۔ یہ سب باتیں کیوں ہوئیں؟

تمہیں اس کا جواب دینا کچھ مشکل معلوم ہوتا ہوگا۔ اس لئے آؤ ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ سنو! قتیبہ میں خلوص تھا، نیک نیتی تھی، اسلام سے سچی وفاداری تھی، اسلام کی بڑائی کے لئے جان دینا ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ ان خوبیوں کی وجہ سے قتیبہ نے اتنی شاندار اور پائدار فتوحات حاصل کیں۔ اسلام اپنے وفاداروں، مخلصوں اور شیدائیوں کے ناموں کو اپنی تاریخ میں ہمیشہ سنہری حرفوں میں محفوظ رکھے گا

اگر تمہیں شک ہو تو آزما کر دیکھو۔ تم بھی اسلام کا کام خلوص، نیک نیتی اور وفاداری کے ساتھ کرو۔ اپنے سامنے اسلام کی بڑائی مقصد رکھو، دنیا میں خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو تو یقین جانو تم بھی قتیبہ

کی طرح اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام روشن چھوڑو گے۔
آنے والے لوگ تمہارا نام عزت سے لیں گے۔
خدا تمہاری مدد کرے!۔

آمین

(۱۴)
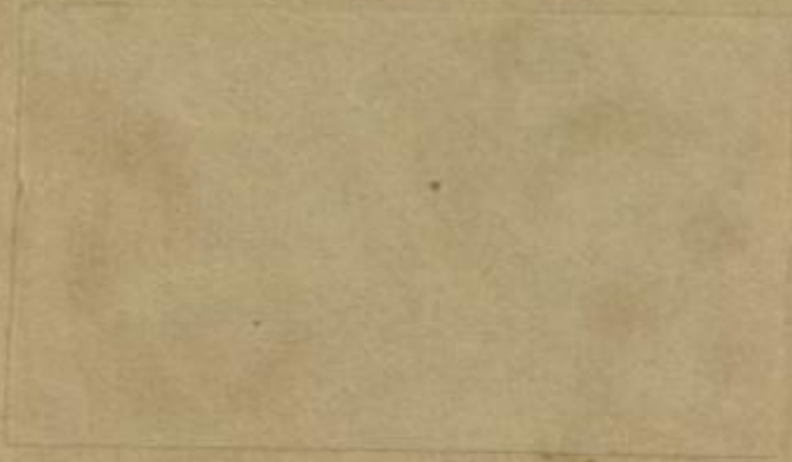
محمدؐ بن قاسم

"اس کے ساتھ کے لڑکے کھیل کود
میں رہے اور اس نے بہادروں اور
سرداروں پر حکومت کی"
(ایک عرب شاعر محمدؐ بن قاسم کی تعریف
کرتے ہوئے کہتا ہے)

محمد بن قاسم

(فاتح سندھ)

حجاج بن یوسف ثقفی ولید بن عبد الملک اموی کے زمانے میں بصرہ کے گورنر تھے۔ تمام مشرقی ملکوں کی حکومت کا مرکز اس زمانہ میں بصرہ ہی تھا۔

حجاج بن یوسف ثقفی اپنے رعب داب اور حکومت چلانے کے طریقوں میں بہت مشہور گذرے ہیں۔ انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے حکومت کی ہے۔

سندھ کے مشہور نوجوان فاتح محمد بن قاسم ثقفی ان کے بھتیجے اور داماد تھے۔ یہ بچپن ہی سے ذہین اور ہونہار تھے۔ حجاج نے ان میں ذہانت اور ہونہاری کی نشانیاں دیکھ کر ان کی بہت توجہ سے تربیت کی اور اُن کی شادی اپنی لڑکی سے کر دی۔

اپنی زیرِ نگرانی چھوٹی عمر میں ان کو ایران کا حاکم بنا دیا۔ ان کے کارناموں کی تعریف کرتے ہوئے ایک شاعر کہتا ہے" اس کے ساتھ

کے لڑکے کھیل کود میں رہے اور محمد بن قاسم نے بہادروں اور سرداروں پر حکومت اور سرداری کی۔"

عربوں کے تجارتی تعلقات جنوبی ہند کے مختلف راجاؤں سے تھے اور بہت سے عرب تاجر جنوبی ہند اور لنکا میں آکر بس گئے تھے۔ انہی تاجروں کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے جہازوں میں لنکا سے بصرہ جا رہے تھے۔ سندھ کے ساحل پر ایک بندرگاہ تھی جس کا نام دیبل تھا عربوں کے یہ جہاز اسی بندرگاہ پر آکر رُکے۔ سندھ کے ڈاکوؤں نے ان جہازوں کو لوٹ لیا اور بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو پکڑ کر لے گئے۔

حجّاج بن یوسف ثقفی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے راجہ داہر کو لکھا کہ "ہمارے آدمیوں کو جو تمہارے سپاہیوں نے گرفتار کر لیئے ہیں، فوراً ہمارے پاس بھیج دو"۔ راجہ داہر نے جواب دیا کہ "جن لوگوں نے تمہارے آدمیوں کو گرفتار کیا ہے ان سے تم خود آکر انہیں چھڑا لو"۔

حجاج نے اس واقعہ کی اطلاع مسلمانوں کے بادشاہ ولید بن عبدالملک اموی کو کی۔ سندھی ڈاکوؤں سے بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کو چھڑانے کے لیئے سندھ پر چڑھائی کی اجازت مانگی۔ ولید بن عبدالملک نے یہ اجازت دے دی۔

حجاج نے پہلے پہل عبداللہ اسلمی کو چھ ہزار فوج کے ساتھ سندھ پر فوج کشی کے لیئے روانہ کیا۔ داہر کی فوج نے مسلمانوں کی

فوج کو شکست دی۔ عبداللہ بن اسلمی شہید ہوئے۔ حجاج نے دوسری دفعہ بُدیل بن بجلی کو سندھ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ان کی فوج کو بھی راجہ داہر کی فوج نے شکست دی اور بُدیل بن بجلی بھی شہید ہو گئے۔

حجاج نے قسم کھائی کہ ان شکستوں کا بدلہ لئے بغیر چین نہ لوں گا۔ چنانچہ حجاج نے اپنے لائق بھتیجے محمدؐ بن قاسم کو اس مہم پر روانہ کیا۔ محمد بن قاسم شیراز سے فوجیں لے کر بلوچستان کے راستہ سندھ پر حملہ آور ہوئے۔

محمد بن قاسم کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی۔ اس نے اپنی سوجھ بوجھ اور فوجی قابلیت سے پہلے ہی حملے میں دیبل فتح کر لیا پھر قندپور پر قبضہ کیا۔ تیسرے حملہ میں انہوں نے ارامل کے شہر کو لے لیا۔ یہ شہر اپنے مضبوط قلعہ کی وجہ سے بہت محفوظ تھا۔ اسلامی فوجوں نے ڈٹ کر محاصرہ کیا۔ چنانچہ بڑی کوششوں سے یہ شہر بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ ارامل پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں کے پاؤں سندھ میں جم گئے اور انہوں نے وہاں اپنی فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔

ارامل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے قدم آگے بڑھائے اور شہر نیرون پر حملہ کیا۔ یہاں کے لوگوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور صلح کے بعد شہر مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔

نیرون سے اسلامی فوجیں آگے بڑھیں اور انہوں نے الرور پر حملہ کیا۔ یہ شہر اس زمانہ میں سندھ کا پایۂ تخت تھا۔ راجہ داہر یہیں حکومت کرتا تھا۔ راجہ داہر کی فوجوں نے حملہ کو روکا۔ دونوں طرف

سے بہادروں نے اپنے اپنے کارنامے دکھائے۔ آخر میں راجہ داہر مارا گیا اور پورے سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس کامیابی کے بعد مسلمان آگے بڑھے اور انہوں نے پنجاب کے بہت بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا اور ملتان کو اپنی حکومت کا مرکز بنایا۔ اس زمانے میں سندھ کی حدیں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ملتان بھی سندھ ہی کا ایک شہر سمجھا جاتا تھا۔ ملتان کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے یہاں ایک جامع مسجد بنوائی۔ غرض سندھ کے پورے علاقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

محمد بن قاسم نے مفتوحہ علاقہ کا فوراً ہی بندوبست شروع کر دیا۔ اس زمانے میں سندھ کے حکمران نالائق تھے، ظالم تھے اور سندھ کے بسنے والے ان کے ظلم سے تنگ آ چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سندھ کے بسنے والوں نے اسلامی فوجوں کا نہایت خوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ ان کو مدد دی اور مشکلات میں ان کا ساتھ بھی دیا۔ خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق سندھ کا ملک مسلمانوں کو دلا دیا۔ اس کا وعدہ یہ ہے کہ "زمین کے وارث خدا کے نیک بندے ہوں گے"۔

مسلمانوں کے سامنے ایک مقصد تھا۔ وہ مقصد یہ تھا کہ دنیا سے ظلم اور زبردستی مٹ جائے، انصاف اور عدل کا دور دورہ ہو، کالے اور گورے، امیر اور غریب، حاکم اور محکوم کا فرق مٹ جائے، تمام انسان ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن جائیں اور حکومت بس ایک اللہ

کی ہو۔

اس مقصد کو لے کر مسلمان جس سمت بھی نکلے کامیابی نے ان کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے مظلوموں، بے کسوں، مصیبت زدوں اور اپاہجوں کی مدد کی، لوگوں کو شرافت، ایمانداری، رحمدلی، ہمدردی اور انسانیت کا سبق دیا، ان کو برائیوں سے روکا اور نیکیاں سکھائیں، ملکوں سے بدامنی کو دور کیا اور اس کی جگہ امن وامان قائم کیا۔

محمد بن قاسم کے سامنے یہی مقصد تھا۔ محمد بن قاسم نے اپنے مفتوحہ علاقہ میں لوگوں کی بہتری اور آرام کے لئے تمام انتظامات کئے۔ ملک کی پیداوار بڑھانے کے لئے انہوں نے مختلف تدبیریں اختیار کیں۔

محمد بن قاسم نے سندھ کے لوگوں کو ہر قسم کی آزادی دے رکھی تھی۔ ان پر کسی قسم کی سختی یا جبر نہ تھا۔ ان کے ساتھ نرمی اور محبّت کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ حجاج بن یوسف ہر خط میں محمد بن قاسم کو نرمی، محبت اور مساویانہ برتاؤ کی تاکید کرتے تھے۔

محمد بن قاسم جہاں جاتے لوگوں کو محبّت، نرمی، بھائی چارہ اور مساوات کا پیام دیتے۔ سندھ کے مذہبی پیشواؤں کو یہ تاکید تھی کہ "تم بے خوف رہو۔ مسلمانوں سے جس قدر میل جول چاہو رکھو۔ اپنی بھلائی کی تدبیریں سوچو اور انہیں اختیار کرو تم کو کوئی روکنے والا نہیں۔ تم اپنی عبادت گاہیں بنواؤ، اپنی مذہبی رسمیں بلا روک ٹوک انجام

دیتے رہو۔ اپنے مذہبی پیشواؤں کی عزت کرو۔ اپنے دان پُن سے اُن کی مدد کرو۔"

محمد بن قاسم ملک سندھ کے رہنے والوں کے مشورے سے حکومت کرتے تھے۔ راجہ داہر کے وزیرِ اعظم کو اپنا وزیر بنایا۔ غرض سندھ والوں کے ساتھ محمد بن قاسم کا سلوک بہت اچھا تھا جس کی مثال دُنیا کی تاریخ میں بہت کم مل سکتی ہے۔

محمد بن قاسم نے اعلان کر دیا تھا کہ ہر شخص کو اپنے مذہب کے مطابق پوجا پاٹ کرنے کی اجازت ہے اور اس میں کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ محمد بن قاسم نے برہمنوں کی ان کے درجہ کے مطابق عزت کی اور انہیں بڑے بڑے عہدے دئے۔ لگان وصول کرنے والوں کو تاکید تھی کہ لگان کی وصولی میں انصاف برتیں۔ ہر کاشتکار سے اتنا ہی لگان لیا جائے جتنا وہ آسانی سے ادا کر سکتا ہو۔

غرض محمد بن قاسم نے سندھ والوں کے ساتھ بے تعصبی، فیاضی، نرمی اور محبت کا سلوک کیا جو فاتح اپنے مفتوحہ لوگوں کے ساتھ بہت کم کرتے ہیں۔

محمد بن قاسم نے شہروں، بستیوں اور قلعوں میں اپنی فوجیں اس قدر رکھیں کہ تین سال کی تھوڑی سی مدت میں پورے ملک میں امن و امان قائم ہو گیا اور لوگوں میں خوشحالی پھیل گئی۔

محمد بن قاسم کی ہر دلعزیزی اور انتظامی قابلیت کا سب سے بڑا

ثبوت یہ ہے کہ اتنے تھوڑے سے عرصے میں انہوں نے خود سندھ کے رہنے والوں کی ایک بہت بڑی فوج تیار کرلی جو ملک کی حفاظت کے لئے ہر وقت جان دینے کو تیار رہتی تھی۔

غرض محمد بن قاسم کوئی ظالم، جابر سپہ سالار نہ تھا بلکہ دنیا کا خدمت گذار، انسانوں کا ہمدرد تھا جس کی حکومت کا سکّہ لوگوں کے جان و دل پر تھا۔ یہ ان سورماؤں میں سے تھے جن کی تلواروں سے کچھ جانیں ضرور جاتی ہیں لیکن اس لئے کہ دوسری جانیں زیادہ آرام سے زندہ رہ سکیں، جن کے ہاتھوں سے کچھ بستیاں ضرور اجاڑ ہوتی ہیں۔ لیکن اس لئے کہ اور بستیاں زیادہ دنوں تک آباد رہیں۔

تم نے محمد بن قاسم کی پوری کہانی پڑھ لی۔ تم نے کبھی سوچا کہ سترہ سال کا نوجوان اپنے وطن سے دور فوجوں کا انتظام کس قدر بہتر رکھ سکتا تھا جس کے انتظام اور قابلیت سے بڑے بڑے سپہ سالار بھی حیران تھے۔

جب مسلمانوں کے اچھے دن تھے تو ایسے اولوالعزم بہادر اور دلیر نوجوان پیدا ہوتے تھے جن کی اولوالعزمی، ہمت اور دلیری کے کارنامے آج بھی تاریخ اسلام کے صفحوں میں اس طرح چمک رہے ہیں جس طرح آسمان پر چاند اور تارے چمکتے ہیں۔

تم بھی اسی پاک مذہب کے ماننے والے ہو جس کے محمد بن قاسم تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان میں نیک نیتی تھی، خلوص تھا، دلیری تھی،

اولوالعزمی تھی اور لوگوں کی خدمت کرنے کا جذبہ تھا۔ برخلاف اس کے ہم میں آج یہ خوبیاں نہیں ہیں۔

ان کے سامنے سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی روشنی دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائے، ظلم کی تاریکی مٹ جائے، انصاف کا نور پھیل جائے اور دنیا کے دکھ درد دور ہوں۔

---

(۱۵)

عقبہ بن نافع

"اے اللہ! اس سمندر کی موجیں
مجھے نہ روکتیں تو میں تیرے نام کی عظمت و
جلال پھیلانے کے لئے دنیا کی آخری
حدوں تک برابر چلا جاتا"

عقبہ بن نافع
(فاتح مراکش)

عقبہ بن نافع

(فاتح مراکش)

امیر معاویہ کے زمانے میں معاویہ بن خدیج مصر کے حاکم تھے۔ انہوں نے تمام شمالی افریقہ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے اس کی امیر معاویہ سے اجازت بھی لے لی۔

انہوں نے ایک زبردست فوج تیار کی اور سب سے پہلے صوبۂ بزاسینہ اور تمام ساحلی شہروں پر قبضہ کر لیا، پھر کچھ اور شہر فتح کیے۔ ان شہروں میں سب سے بڑا شہر جلولا تھا۔ یہ بڑا آباد اور دولت سے مالا مال شہر تھا۔ اسلامی فوجوں کو اس شہر سے بڑا مال و دولت ہاتھ لگا۔

معاویہ بن خدیج کے بعد عقبہ بن نافع افریقہ کے حاکم مقرر ہوئے۔ انہوں نے بھی تمام شمالی افریقہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔

عقبہ بن نافع اپنے زمانہ کے مشہور سپہ سالاروں میں سے تھے۔ بہت بڑے بہادر، اولو العزم، دلیر اور ارادے کے پکے تھے۔ اس کے علاوہ بڑے ملنسار، خلیق اور رحم دل بھی تھے۔

عقبہ بن نافع نے شمالی افریقہ کے لئے خاص طور سے فوجوں کو ترتیب دیا۔ فتوحات کے لئے بڑی کوششیں کیں۔ اسلامی فوجیں بے کر شمالی افریقہ میں گھس پڑے۔ مخالفوں سے لڑتے لڑتے بحر اطلانٹک تک جا پہنچے۔ جب آگے انھیں خشکی دکھائی نہ دی تو انہوں نے اپنے گھوڑے کو سمندر میں ڈال دیا اور چاہتے تھے کہ سمندر کے دوسرے کنارے پر بھی اسلام کا پیام پہنچائیں۔ لیکن تم جانتے ہو سمندر کا ساحل ملنا بہت مشکل ہوتا ہے اور پھر وہ بھی گھوڑے پر تیر کر!

غرض کچھ دیر سمندر میں آگے جانے کے بعد عقبہ بن نافع کنارے پر لوٹ آئے اور خدا سے اس طرح دعا مانگی "اے اللہ! اگر اس سمندر کی موجیں نہ روکتیں تو میں تیرے نام کی عظمت و جلال پھیلانے کے لئے دنیا کی آخری حدوں تک چلا جاتا۔"

عقبہ نے اب شمالی افریقہ کے اندرونی انتظامات اور خوشحالی کے لئے کوششیں شروع کیں۔ شمالی افریقہ میں کئی شہر آباد کئے جن میں سب سے بڑا شہر قیروان تھا جو بعد میں رفتہ رفتہ شمالی افریقہ کا پایہ تخت بن گیا۔

عقبہ نے کوشش کی کہ بربر قوم میں اسلام کی تعلیم پہنچائیں۔ بربر لوگ بہت سخت تھے۔ وہ اسلام کی بڑی مخالفت کرتے تھے۔

ایک دفعہ کسی موقع پر عقبہ بن نافع کچھ سرداروں کے ساتھ کسی لڑائی سے واپس آرہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے جنگی سردار بھی تھے۔ راستہ

میں بربریوں نے ان پر زور کا حملہ کر دیا اور بربر قوم کے جنگجو نوجوان ان پر ٹوٹ پڑے۔ عقبہ بن نافع کے ساتھ سپاہی بہت کم تھے۔ اس لئے بہادروں کی طرح لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور آج ہمیشہ کی نیند وہیں سو رہے ہیں۔

عقبہ بن نافع اور اس کے ساتھیوں کی شہادت کے بعد بربر قوم نے مسلمانوں کو شمالی افریقہ میں ٹکنے نہ دیا اور وہاں سے نکل کر اسلامی فوجیں آکر ملک مصر میں رکیں۔

عقبہ بن نافع کے شاندار کارناموں کا حال تم نے سن لیا۔ عقبہ بن نافع نے اپنا گھوڑا سمندر کی طوفانی موجوں میں ڈال دیا تھا۔ جب دیکھا کہ آگے خشکی نہیں بلکہ سمندر ہی سمندر ہے تو انہوں نے سمندر کے ساحل پر کھڑے ہو کر ایک دعا میں اپنی دلی خواہش کا اظہار کیا جس کا ذکر تم اوپر پڑھ چکے ہو۔

کیا اچھا ہوتا تم میں بھی کوئی عقبہ بن نافع پیدا ہوتا۔ اسلام کو پھر عقبہ بن نافع جیسے نڈر بہادروں کی ضرورت ہے جو سمندر کی طوفانی لہروں میں اپنے گھوڑوں کو ڈال دیں اور خدا کے نام کی عظمت و جلال کے لئے دنیا کی آخری حدوں تک جانا چاہتے ہوں۔ اے اللہ! ہم میں کوئی عقبہ بن نافع پھر پیدا کر۔ آمین!!

(۱۶)

موسیٰ بن نصیر

(فاتح شمالی افریقہ)

"بغیر تجربہ کے مسلمانوں کو طوفانی

سمندر کے خطروں میں پھنسانا

مناسب نہیں ہے۔ پہلے وہاں کے

حالات معلوم کرو"

(مسلمانوں کے بادشاہ ولید موسیٰ بن نصیر کو

جواب)

موسیٰ بن نصیر

فاتح شمالی افریقہ

۸۹ھ ہجری میں موسیٰ بن نصیر شمالی افریقہ کے حاکم اور سپہ سالار مقرر ہوئے۔ مصر سے لے کر بحرِ اوقیانوس تک پورا حصہ موسیٰ بن نصیر کے قبضہ میں تھا۔

شمالی افریقہ کا مرکز قیروان تھا۔ بربر قوم بڑی سرکش تھی۔ تم عقبہ بن نافع کے حال میں پڑھ آئے ہو کہ انہوں نے عقبہ بن نافع کو مع اُن کے فوجی سرداروں کے شہید کر ڈالا تھا۔

قیروان اور شمالی افریقہ کے تمام شہروں پر باغی بربروں کا قبضہ تھا۔ شمالی افریقہ میں ایک عورت اسلامی فوجوں کے خلاف مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ عورت جادوگری میں مشہور تھی۔ اس نے مشہور کر رکھا تھا کہ جو پیشین گوئی میں کرتی ہوں وہ پوری ہو جاتی ہے۔ ایک دو دفعہ اس کے کہنے کے مطابق اتفاقی طور پر کچھ باتیں ٹھیک بھی اتریں بس اب لوگ اُس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔

اس نے اسلامی فوجوں کے خلاف بربری قوم کو کھڑا کیا۔ یہ عورت کرتی یہ تھی کہ جدھر سے اسلامی فوجیں حملہ کرتیں، وہ پہلے ہی سے اُس علاقہ کے شہر، آبادیاں اور کھیتیاں اجڑوا دیتی تھی تاکہ اسلامی فوجیں بھوکی رہیں۔ اسلامی فوجوں نے کسی طرح اس جادوگرنی کو پکڑ کر قتل کروا دیا۔

اس کے بعد موسیٰ بن نصیر اور اس کے بہادر بیٹوں نے ملک کے امن و امان قائم کرنے میں بہت وقت صرف کیا۔ تمام بربری قوم کو قبضہ میں کر لیا۔ ان کے بڑے بڑے سرداروں سے تعلق پیدا کر کے اُن میں محبّت، نرمی اور اچھے اخلاق کے ذریعہ اسلام پھیلایا۔

تمام شمالی افریقہ میں انہوں نے اچّھے مبلغ اور واعظ مقرر کئے جو لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ تھوڑے دنوں میں پورا شمالی افریقہ اسلام کے نور سے جگمگا اُٹھا۔

جب پورے شمالی افریقہ میں اسلام پھیل چکا اور امن و امان قائم ہو گیا تو موسیٰ بن نصیر نے شمالی افریقہ کے ساحلی شہروں کی طرف توجہ کی اور پاس کے جزیرے فتح کئے۔ یہ تمام جزیرے تمہیں نقشہ میں تلاش کرنے ہوں گے۔ ان کے نام یہ ہیں: سارڈینا قبرص اور سسلی وغیرہ۔

ان جزیروں کی ترقی، خوش حالی اور امن و امان کے لئے انتہائی کوششیں کیں۔ یہ جزیرے آگے چل کر اپنی خوش حالی کی وجہ سے اسلامی سلطنت میں بہت مشہور ہو گئے تھے۔

ان دنوں اندلس کی اندرونی حالت بہت خراب تھی۔ حکومت

بہت کمزور تھی۔ امیر اور مذہبی لوگ عیش و عشرت میں پڑے ہوئے تھے عام لوگوں کی حالت افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے نہایت ہی خراب تھی۔ سارا ملک چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ اندلس کے ایک حصہ کا حاکم "جولین" نامی تھا جو راڈرک اندلس کے بادشاہ کے ظلم سے تنگ آگیا تھا۔ جولین موسیٰ بن نصیر کے پاس امداد کے لئے آیا۔ موسیٰ بن نصیر نے اندلس پر چڑھائی کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔

موسیٰ نے پہلے پہل اپنے مشہور بہادر سپہ سالار طارق کو اس مہم پر روانہ کیا۔ طارق کے ساتھ سات ہزار فوج بھیجی۔ پھر پیچھے مدد کے لئے پانچ ہزار فوج اور بھیجی۔ طارق نے بارہ ہزار فوج سے اندلس کے بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ اندلس کا بادشاہ مسلمانوں کی فوج کے مقابلہ کے لئے ایک لاکھ فوج میدان میں لایا۔

کچھ دنوں تک راڈرک نے مسلمانوں کا مقابلہ ڈٹ کر کیا لیکن آخر میں مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لا سکا۔ اندلس کی فوج کو بری طرح شکست ہوگئی اور بادشاہ دریا میں ڈوب گیا۔

اب طارق کی فوجیں ملک میں آگے بڑھتی گئیں۔ اندلس کی فوجوں کو شکست پر شکست ہوتی گئی۔ طارق نے اندلس کے پورے ملک پر قبضہ کر لیا اور اس کی اطلاع موسیٰ بن نصیر کو دی۔ موسیٰ بن نصیر خود شمالی افریقہ کے چند شہر فتح کرتا ہوا اندلس کو چلے۔ دو سال میں مسلمانوں نے پورے ملک پر قبضہ کر لیا۔ موسیٰ بن نصیر اندلس سے فرانس کے ملک پر حملہ کرنا چاہتے تھے

اور فرانس کو فتح کر کے، اٹلی پر قبضہ کر کے قسطنطنیہ فتح کرتے ہوئے واپس آنا چاہتے تھے لیکن مسلمانوں کے بادشاہ ولید نے پروگرام کو پسند نہ کیا۔ اس لئے موسیٰ نے اندلس پر اپنے بیٹے عبدالعزیز کو حاکم مقرر کر کے طارق کے ساتھ شمالی افریقہ واپس آ گئے۔ پھر وہاں سے دونوں ملک شام میں ولید کے پاس پہنچے۔

اندلس کی فتح میں اسلامی فوجوں کو بڑی قیمتی چیزیں ہاتھ آئیں جن کی تعداد بے انتہا تھی۔

مسلمانوں نے اندلس کے شہزادوں اور شہزادیوں کی بڑی عزت کی۔ ان کی جاگیریں اور حقوق ان کو پورے پورے دئے۔ ان کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت تھی۔ مسلمانوں کے اچھے سلوک کی وجہ سے کئی شہزادے اور شہزادیاں مسلمان بھی ہو گئیں۔

موسیٰ بن نصیر کا حال تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ ان کے ارادے کیسے تھے؟ وہ چاہتے تھے کہ پورے یورپ کو فتح کر کے اسلام کی روشنی پھیلائیں اور یورپ کے گوشے گوشے میں اسلام کے پیام کو پہنچائیں لیکن مسلمانوں کے بادشاہ ولید نے راستہ کی دشواریوں کی وجہ سے اس تجویز کو پسند نہ کیا اور موسیٰ کو شمالی افریقہ کے راستے سے بلوالیا تم بھی کوشش کر کے موسیٰ بن نصیر بن سکتے ہو، طارق بن زیاد بن سکتے ہو۔ ارادہ کی ضرورت ہے۔ خدا تمہیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے۔

آمین

(١٧)

طارق بن زیاد

(فاتح اندلس)

"دیس اور پردیس کیا؟ ہر ملک ہمارا ملک ہے اس لئے کہ ہمارے خدا کا ملک ہے"

طارق بن زیاد

(اندلس کے کنارے کشتیاں جلاتے وقت)

طارق بن زیاد
(فاتح اُندلس)

تم نے اندلس کا نام تو سنا ہی ہوگا۔ یہ ملک یورپ میں ہے۔ اس ملک کے جنوبی حصہ میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام "جبل الطارق" یا جبر الٹر ہے۔ اسی جگہ سے طارق نے اندلس پر فوج کشی کی تھی۔ اور یہ حصہ اب طارق ہی کے نام سے مشہور ہے۔

مسلمان جب ترقی پر تھے تو ایسے لوگ بہت کثرت سے پیدا ہوتے تھے جو صرف اپنی قابلیت، صلاحیت، اسلام سے محبت، انسانوں کی خدمت کے سچے جذبے اور ہمت اور دلیری کی وجہ سے بڑے بن جاتے تھے اور لوگ انہیں اپنی آنکھوں میں جگہ دیتے تھے۔

طارق کون تھے؟ کہاں پیدا ہوئے؟ ان کے خاندان اور قبیلہ کا کیا نام تھا؟ ان باتوں میں باہم اختلافات ہے۔ ہمیں اُن کے حسب نسب سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہمیں تو بس اتنا معلوم کرنا کافی ہے کہ وہ بڑی ہمت

دلیری اور سوجھ بوجھ والے سپہ سالار تھے۔ طارق کے متعلق مشہور تھا کہ وہ حملہ کے وقت دشمنوں کے ہتھیاروں کو تباہ و برباد کر ڈالتے تھے ان خوبیوں نے ان کو گمنام سپاہی کے عہدہ سے مشہور اولوالعزم سپہ سالار کے درجہ تک پہنچا دیا۔

تم نے اس سے پہلے پڑھا ہے کہ افریقہ کے مغربی حصّوں کے فاتح عقبہ بن نافع تھے۔ یہ افریقہ کو فتح کرتے کرتے جب اس کے آخری گوشے تک پہنچے تو انہوں نے آگے سمندر دیکھ کر کہا "اے خدا! اگر یہ سمندر راستہ میں حاصل نہ ہوتا تو تیرے پاک دین اسلام کو اور آگے لے جاتا" یہ کہہ کر انہوں نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا لیکن گھوڑے کے ذریعہ سمندر کون پار کر سکتا ہے؟ تھوڑے فاصلہ کو طے کرنے کے بعد لوٹ آئے۔

تم پہلے پڑھ آئے ہو کہ افریقہ کے یہی حاکم تھے۔ انہوں نے قیروان کو اپنی حکومت کا مرکز بنایا۔

ان کے بعد افریقہ کے حاکم موسیٰ بن نصیر مقرر ہوئے۔ انہوں نے افریقہ میں امن و امان قائم کیا۔ بربر قوم جو کئی دفعہ بغاوت کر چکی تھی۔ اس کے سرداروں کو زیر کر کے ان میں اسلام پھیلانے کے لئے لائق اور قابل مبلغ مقرر کئے جنہوں نے اس قوم میں گھر گھر اسلام کا پیغام پہنچایا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ پوری قوم اسلام کے وسیع دامن میں آگئی۔

موسیٰ بن نصیر نے شمالی افریقہ کے ساحلوں کی حالت درست کی۔ بحیرۂ روم کے کئی مشہور جزیرے فتح کر کے حکومت میں شامل کر لئے۔

موسیٰ بن نصیر نے مسلمانوں کے بادشاہ ولید سے اجازت لیکر اپنے مشہور سپہ سالار طارق بن زیاد کی سپہ سالاری میں سات ہزار فوج روانہ کی۔ پھر ان کی مدد کے لئے پانچ ہزار اور روانہ کی۔ راڈرک نے یہ خبر سُنکر بہت بڑی فوج تیار کی۔

طارق اسلامی فوج لے کر روانہ ہوئے۔ سامنے اندلس تھا جہاں خدا کا آخری پیام اور اسلامی زندگی کا نمونہ پہنچانا تھا۔ طارق نے ملک کی حالت جانچی۔ اس کے بعد حملہ سے پہلے انہوں نے ایک پُرجوش تقریر کی پھر انہوں نے اپنی تمام کشتیاں خشکی پر لا کر جلا ڈالیں تاکہ فوج کے دل میں واپسی کا خیال بھی نہ آنے پائے۔

طارق سے لوگوں نے پوچھا "یہ کیا نادانی ہے؟ لڑائی کے ہمیشہ دو رخ ہوتے ہیں۔ ہم اپنے وطن سے دور پردیس میں ہیں۔ شکست ہوئی تو کیسے لوٹیں گے؟"۔

تم جانتے ہو طارق نے کیا جواب دیا؟ طارق نے اپنی تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہا "دیس پردیس کیا؟ ہر ملک ہمارا ملک ہے، اس لئے کہ ہمارے خدا کا ملک ہے"۔

جہازوں کے جلانے کے بعد طارق نے اپنی فوجوں کو الخضراء نامی جزیرہ پر اتارا اور حملہ کا حکم دے دیا۔ ادھر سے راڈرک ایک

لاکھ فوج سے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی، میدانِ جنگ گرم ہوا۔ دونوں فوجوں کے بہادروں نے خوب دل کھول کر مقابلہ کیا۔

راڈرک ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کر رہا تھا اور طارق بارہ ہزار تین سو آدمیوں کے ساتھ۔ ظاہر ہے کہ کہاں ایک لاکھ فوج اور کہاں بارہ ہزار۔ لیکن ایمان، پکا ارادہ، خلوص اور اسلام کی بڑائی کے لئے دلولہ اور جوش بارہ ہزار آدمیوں کے دل میں بھرا تھا۔ یہ بارہ ہزار ایک دل تھے، ایک خیال تھے۔ ان سب کا مقصد ایک تھا جس کے لئے جان دینا بھی کوئی دشوار بات نہ تھی۔

ایمان والوں، سچوں، ارادہ کے پکے لوگوں کو اللہ ضرور کامیاب کرتا ہے۔ چنانچہ طارق کی فوج بھی کامیاب ہوئی۔ اس نے پہلے ہی حملہ میں اپنے سے دگنی تگنی فوج پر کامیاب حملہ کیا۔ ایک لاکھ فوج کو میدان جنگ میں شکست دے دی۔

تم حیران ہو کر پوچھو گے کہ کہیں ایک لاکھ فوج کو بارہ ہزار آدمی شکست دے سکتے ہیں؟ تمہارا سوال بالکل ٹھیک ہے لیکن ذرا اور تمہیں سوچنا پڑے گا۔ راڈرک بھی سپاہی تھا اور طارق بھی، راڈرک کی فوج کے لوگ بھی سپاہی تھے اور طارق کی فوج کے بھی لیکن طارق کی فوج کے سامنے دنیا کی بھلائی کا نقشہ تھا، دنیا کو اسلام پہنچانا تھا اور دنیا کے مظلوموں کی مدد کرنا تھا۔

دوسری طرف راڈرک کے سپاہی بھی آدمی تھے لیکن ان کے دل ایک نہ تھے۔ ان کے سامنے کوئی ایک مقصد نہ تھا۔ ان کے سامنے خود غرضی تھی، ذاتی فائدے تھے۔

یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ جب تک کسی آدمی کے سامنے کوئی خاص مقصد نہ ہو، پھر خلوص، نیک نیتی اور پکا ارادہ نہ ہو تو اس آدمی کی کامیابی یقینی نہ ہوگی۔ پہلے کوئی مقصد بناؤ، پھر خلوص، نیک نیتی کے ساتھ کام کرو تو تم ضرور کامیاب ہوگے آزما کر دیکھو۔

طارق کا یہ کارنامہ بلند ارادہ، سچائی، خلوص اور بے غرضی کی ایک بہترین مثال ہے۔ کوئی اور ہوتا تو اتنی بڑی فوج دیکھ کر سہم جاتا، اپنی فوج بچا کر لے جاتا لیکن طارق نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمن پر ایسا زور کا حملہ کیا کہ اس کے ہتھیاروں کو بھی بے کار بنا دیا۔ دشمن کی ایک لاکھ فوج کی طاقت کو تہس نہس کر دیا۔ خود راڈرک میدانِ جنگ میں مارا گیا۔

راڈرک کی موت کے بعد اس کی فوج بے سری ہو گئی۔ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلی۔ اب طارق آگے بڑھتا گیا۔ تھوڑے دنوں میں اندلس کے پایۂ تخت کو فتح کر لیا۔

مشہور ہے کہ اندلس پر حملہ کرنے سے طارق نے خواب میں رسولِ خدا کو دیکھا کہ آپ کے پاس تمام صحابہ کرام تلواریں باندھے کھڑے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں "طارق! اپنے کام کی طرف بڑھ۔"

اس خواب سے طارق اور طارق کی فوج کی ہمت بڑھ گئی۔ انہوں نے تھوڑے ہی دنوں میں پورے اندلس کو فتح کر ڈالا۔

طارق کی ان کامیابیوں کی خبر سنکر موسیٰ بن نصیر بھی اپنی فوج لے کر اندلس پہنچے۔ طارق اور موسیٰ بن نصیر نے مل کر اندلس کے انتظامات درست کئے۔

اندلس کے مشہور شہر قرطبہ کو پایۂ تخت قرار دے کر موسیٰ بن نصیر نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہاں کا حکمراں مقرر کیا۔

موسیٰ بن نصیر چاہتے تھے کہ طارق کے ساتھ مل کر یورپ فتح کرتے ہوئے اور قسطنطنیہ کو بھی فتح کرتے ہوئے پھر قیروان لوٹیں لیکن مسلمانوں کے بادشاہ نے اس کی اجازت نہ دی اس لئے کہ بادشاہ کو راستہ کی مشکلات نظر آتی تھیں۔ اب موسیٰ اور طارق دونو اندلس کی مکمل فتح کے بعد افریقہ لوٹے۔

طارق نے شام کے ملک میں وفات پائی لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس مقام پر ان کی آخری آرام گاہ ہے۔ بہر حال ہمیں طارق کی پیدائش اور مرنے کی تاریخیں معلوم کرنا اتنی ضروری نہیں جتنی کہ ان کی بہادری ہمت اور اولوالعزمی کے روشن کارنامے جو رہتی دنیا تک تاریخ کے صفحوں میں اس طرح چمکیں گے جس طرح آسمان پر سورج اور چاند چمکتے ہیں۔

کیا تم میں بھی کوئی طارق ہے؟ اسلام کو پھر طارق اور موسیٰ

کی ضرورت ہے۔ تم بھی موسیٰ اور طارق بن سکتے ہو بشرطیکہ تم میں ارادہ کی پختگی، ہمت، دلیری، اولوالعزمی اور اسلام سے سچی محبت اور وفاداری ہو۔ تم بھی طارق اور موسیٰ بننے کا عزم کر لو۔ خدا تمہیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے آمین۔

اس جگہ ہم طارق بن زیاد کی وہ مشہور تقریر لکھتے ہیں جو انہوں نے کشتیاں جلانے کے بعد فوج کے سامنے کی تھی۔ ان کے لفظ لفظ سے ہمت، دلیری، بہادری اور جوش ٹپکتا ہے۔ ذرا توجہ سے اسے بار بار پڑھو اور بہادر بنو۔

"لوگو! میدانِ جنگ سے اب بھاگنے کی کوئی صورت باقی نہیں آگے دشمن ہے اور پیچھے دریا۔ خدا کی قسم، صرف ہمت اور ثابت قدمی میں نجات ہے۔ وہی فوجیں فاتح ہوتی ہیں جو مغلوب نہیں ہو سکتیں۔ اگر ہم میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو زیادہ یا کم تعداد ہونے کی وجہ سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے"

لوگو! میرے پیچھے چلو۔ اگر میں حملہ کردوں تو تم بھی حملہ کرو۔ اگر میں رک جاؤں تو تم بھی رک جاؤ۔ میں دشمن پر حملہ کر کے دست بدست مقابلہ کروں گا۔ اگر میں مقابلہ میں مارا جاؤں تو تم نہ رنج کرنا اور نہ غم کرنا۔ میرے بعد آپس میں لڑ نہ بیٹھنا۔ اس سے تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ تم دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ پھیر دو گے اور کٹ کر برباد ہو جاؤ گے"

"خبردار! ذلت پر راضی نہ ہونا اور اپنے آپ کو دشمن کے

حوالہ نہ کرنا۔ خدا نے محنت اور جفاکشی کے ذریعے دنیا میں تمہارے لیے عزت، راحت اور آخرت میں تمہارے لئے شہادت کا ثواب مقرر کیا گیا ہے۔ اب تم دشمن کی طرف بڑھو۔ خدا کی پناہ اور حمایت کے باوجود اگر تم ذلت پر راضی ہو گئے تو بڑے گھاٹے میں رہو گے۔ اس کے علاوہ مسلمان تمہیں الگ برے لفظوں سے یاد کریں گے جیسے ہی میں حملہ کروں تم بھی آمادہ ہو جاؤ۔"

---

(۱۸)

مسلمہ بن عبدالملک

(فاتح آرمینیا)

"بنی اُمیّہ کا سب سے بہادر

اور شجاع شہزادہ مسلمہ بن عبدالملک

جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا"

مسلمہ بن عبد الملک
(فاتح آرمینیا اور ایشیائے کوچک)

مسلمانوں کی سب سے بڑی مخالف اور دشمن حکومت روم تھی۔ مسلمانوں کے ملک کی حدیں شام کی مغربی سرحد پر جہاں کردستان (یعنی کردوں کا ملک) اور آرمنستان (یعنی آرمینیوں کا وطن) ہے ملتی تھیں۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں جب امیر معاویہ شام کے حاکم تھے تو ان حدوں کی خاص طور پر حفاظت اور نگرانی کی جاتی تھی۔

امیر معاویہ کے بعد اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے یہ انتظام قائم نہ رہ سکا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبد الملک کے زمانہ میں قیصر نے مُصِیصَہ نامی علاقہ پر حملہ کر دیا اور عبد الملک نے روپیہ دے کر اس سے صلح کر لی۔ ولید جب مسلمانوں کا بادشاہ ہوا تو اس نے پھر یہاں مستقل محاذ قائم کیا اور اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک کو

سپہ سالار مقرر کر کے بھیجا مسلمہ نے جنگی نقطۂ نظر سے اس علاقہ کے بہت سے اہم مقامات فتح کر لئے۔

۸۷ھ ہجری میں مسلمہ بن عبد الملک نے مصیصہ کے علاقہ کے بہت سے قلعے فتح کئے۔ پھر ۸۸ھ ہجری میں مسلمہ اور عباس نے جزیرہ کے راستہ سے طوانہ پر فوج کشی کی۔ رومیوں کے زبردست لشکر سے مقابلہ کرنا پڑا۔ پہلے مقابلہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی لیکن پھر مسلمہ بن عبد الملک اور عباس کی ہمت، سوجھ بوجھ اور جنگی قابلیت کی وجہ سے مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔ رومی فوجیں طوانہ کے قلعہ میں بند ہوگئیں۔ مسلمہ بن عبد الملک اور عباس نے محاصرہ کر کے طوانہ فتح کر لیا۔

۸۹ھ ہجری میں مسلمہ بن عبد الملک نے آذربائیجان کے شہر قلعہ عموریہ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ ۹۰ھ ہجری میں مسلمہ بن عبد الملک نے اس علاقہ کے پانچ اور قلعے فتح کئے۔ دوسری طرف عباس نے اوردمیہ نامی مقام فتح کیا۔ اس کے بعد عباس ارمنی علاقہ میں ارزن کے مقام تک بڑھتے چلے گئے اور اس علاقہ میں اہم فوجی مقامات پر قبضہ کیا۔ عباس نے ایشیائے کوچک کے مشہور شہر طرطوس پر قبضہ کر لیا۔ ۹۵ھ ہجری میں مسلمہ بن عبد الملک نے ایک اور قلعہ اسی علاقہ میں فتح کیا۔

بحیرۂ روم کے ساحل پر خاص طور پر شمالی افریقہ میں بہت

سے اہم مقبوضات تھے جنکی حفاظت، بحری قلعہ بندی کے بغیر مشکل تھی۔ شمالی افریقہ کے بسنے والے بربری قوم کے لوگ اکثر بغاوتیں کرتے رہتے تھے۔ رومی حکومت سمندر کے راستہ سے ان بربریوں کی مدد کرتی تھی۔ اس لئے مسلمہ بن عبدالملک نے بحری فوج کشی کی اور کئی اہم ساحلی جزیروں پر قبضہ کر کے رومی حملوں سے شمالی افریقہ کو محفوظ کر دیا۔

اموی بادشاہ سلیمان کی حکومت کے زمانہ میں مسلمہ بن عبدالملک کی قسطنطنیہ پر چڑھائی ایک اہم تاریخی واقعہ ہے۔ رومیوں کی شرقی حکومت کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے اسی شہر پہ حملہ کیا۔ رومی حکومت مسلمانوں کی سب سے زیادہ مخالف قوت تھی اس لئے کہ وہ اسلام کی ترقی کو اپنے لئے زوال کا سبب سمجھتی تھی۔

اسلامی حکومت کی حدیں کئی جگہوں پہ رومی حکومت کی سرحدوں سے آکر ملتی تھیں۔ یہ تو تم پڑھ آئے ہو کہ بحیرۂ روم کے ساحل پہ شمالی افریقہ میں مسلمانوں کی حکومت تھی اور روم والوں سے ان کی سرحدیں کئی جگہ ملتی تھیں اس لئے امیر معاویہ نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر حملہ کیا لیکن یہ چڑھائی کامیاب نہ ہوئی۔ اس کے بعد کسی مسلمان بادشاہ نے ادھر توجہ نہ کی۔ لیکن رومیوں سے لڑائیاں برابر جاری رہیں۔

سلیمان کے زمانہ میں قسطنطنیہ کی اندرونی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ رومی حکمرانوں میں آپس میں نااتفاقی تھی۔ اس لئے

سلیمان کو قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ۹۸ھ ہجری میں انہوں نے بڑی تیاری کے ساتھ قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاری کی۔

امیر معاویہ کے زمانے میں ایک مستقل فوج "صائفہ" نامی یعنی گرمی کی فوج رومی فوجوں سے لڑنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتی تھی جو رومی فوجوں سے گرمیوں میں لڑتی رہتی تھی۔ امیر معاویہ کو سب سے پہلے یہ خیال پیدا ہوا کہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے رومیوں کی قوت ہمیشہ کے لئے ختم کر دی جائے اور مسلمانوں کے لئے یورپ کے دروازے کھول دئے جائیں۔ چنانچہ ۹۸ھ ہجری میں فوج، ہتھیار، بارود ہر طرح کا سامان فراہم کر کے مسلمہ بن عبد الملک کی سپہ سالاری میں ایک زبردست لشکر قسطنطنیہ روانہ کیا۔ سلیمان قنسرین کے شہر تک خود فوجوں کے ساتھ آئے۔ اس کے بعد فوجوں کی خبر گیری اور امداد کے لئے دابق نامی شہر میں ٹھہر گئے۔ اس مہم کے انجام تک خود یہیں مقیم رہے۔

مسلمہ بن عبد الملک نے سمندر اور خشکی دونوں راستوں سے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔ بحری بیڑا کالے سمندر کی طرف سے بڑھا اور خود مسلمہ خشکی کی راہ سے ایشیائے کوچک ہوتا ہوا بڑھا۔

اب قسطنطنیہ پر ایک طرف سے بحری فوج بڑھی تو دوسری طرف بری فوج۔ دونوں فوجوں نے مل کر اس شہر کا زبردست محاصرہ کیا، شہر کے سارے راستے بند کر دئے۔ جس سے باہر سے شہر والوں کو کوئی مدد نہ پہنچ سکتی تھی۔

مسلمہ بن عبدالملک اس بلند ارادہ سے آئے تھے کہ بغیر قسطنطنیہ فتح کئے ہوئے واپس نہ جائیں گے۔ اس ارادہ سے انہوں نے فوجوں کے لئے کافی سامانِ رسد فراہم کر لیا تھا اور احتیاطاً آس پاس کی پڑی ہوئی زمینوں میں فصلیں بوا دی تھیں تاکہ اگر محاصرہ طول کھینچے تو سامانِ رسد کی کمی نہ ہونے پائے۔ محاصرہ کئے ہوئے کئی مہینے گزر گئے۔ اس درمیان میں برابر سمندری اور خشکی کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ قسطنطنیہ والے مدافعت کرتے رہے لیکن بالآخر رومی مسلمانوں کے ارادوں کو دیکھ کر ڈر گئے اور صلح کرنے کے لئے تیار ہو گئے لیکن مسلمہ اس صلح کے لئے تیار نہ ہوئے۔

کچھ دنوں بعد مسلمانوں کی شکست کے سامان پیدا ہو گئے۔ وہ اس طرح کہ اس سال قسطنطنیہ میں سخت سردی اور برف پڑا جو عربوں کے مزاج اور عادت کے خلاف تھا۔ یہ چیزیں مسلمانوں سے برداشت نہ ہو سکیں۔ ہزاروں مسلمان بیمار ہو کر شہید ہو گئے۔

اس کے علاوہ رسد بھی کم پڑ گئی۔ جو فصلیں مسلمانوں نے بوئی تھیں وہ برف کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ اس لئے سخت قحط پڑا۔ اسلامی فوجیں بھوکوں مرنے لگیں۔ اس کے علاوہ بلقان والوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا۔ غرض ان مشکل حالات کی وجہ سے اسلامی فوج کا بہت بڑا حصہ تباہ ہو گیا جو لوگ بچے وہ طرح طرح کی بیماریوں کے شکار ہوئے۔ پھر اسی دوران میں

سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز مسلمانوں کے بادشاہ ہوئے۔ انہوں نے امداد اور رسد بھیج کر بچی کھچی فوج کو واپس بلا لیا۔

اگر یہ فوج کشی ناکام نہ ہوئی ہوتی تو اسی زمانہ سے مشرقی یورپ میں اسلام کا پیغام پہنچ گیا ہوتا۔ لیکن اس مہم کو بالکل ناکام نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ قسطنطنیہ کی فتح کے لئے مسلمانوں نے نئے نئے منصوبے سوچے۔ آخر میں ترکوں کی حکومت کے زمانہ میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا اور آج تک یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اور ان کے بہترین شہروں میں سے گنا جاتا ہے۔

تم نے مسلمہ بن عبد الملک کے کارنامے سنے۔ یہ ایک بہت بڑے بادشاہ سلیمان کا بھائی تھا۔ ان کے کارنامے ایسے ہیں جن کو ہم مشعل راہ بنا سکتے ہیں۔ ان کی طرح ہم دلیر اولوالعزم اور بہادر بن سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم میں پکا ارادہ ہو اور اسلام کی عظمت کے لئے جان دینے کا جذبہ ہو۔

جب مسلمانوں کا اچھا زمانہ تھا اس وقت امیر غریب بچے بوڑھے، مرد و عورت سب میں اسلام کی خدمت کرنے کا جذبہ تھا۔ سب کے سب اسلام کے وفادار بندے تھے، اس کی خدمت کے لئے جان و مال قربان کرنا اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ کیا اس زمانے میں ایسے اچھے نوجوان نہیں پیدا ہو سکتے؟

(۱۹)

یزید بن مہلّب

(فاتح جرجان و طبرستان)

یزید بن مہلب اپنے زمانے کے
مشہور سپہ سالار گذرے ہیں۔ ان کے
باپ مہلب بن ابی صفرہ بڑے اولوالعزم
دلیر اور جری سپہ سالار تھے۔ آگے
چل کر ان کی اولاد میں بھی بڑے بڑے
سپہ سالار گذرے ہیں ؟

یزید بن مہلّب

(فاتحِ جرجان و طبرستان)

حجّاج بن یوسف کے انتقال کے بعد ان کے تربیت یافتہ سپہ سالار بھی ایک ایک کر کے اس دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ وسطِ ایشیا کے فاتح قتیبہ بن مسلم باہلی بھی نہ رہے تھے۔ اب ان کی جگہ یزید بن مہلّب وسطِ ایشیا کے سپہ سالار اور والی مقرّر ہوئے تھے۔ یہ زمانہ سلیمان بن عبد الملک تھا۔ سلیمان کے زمانے میں اُن کے اور اُن کے سپہ سالاروں کے درمیان کچھ اختلافات رونما ہو گئے تھے جن کی وجہ سے کئی سپہ سالاروں کو معزول ہونا پڑا۔ بہرحال ہمیں تو یہاں یہ دیکھنا ہے کہ یزید بن مہلّب نے اپنی سپہ سالاری کے زمانے میں کیا کیا کارنامے انجام دئے؟

یزید بن مہلّب نے وسطِ ایشیا کی حکومت کا عہدہ سنبھالتے ہی جرجان پر چڑھائی کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے اسی مقصد کے

لئے نئے سرے سے فوجوں کی تنظیم کی۔ ۹۸ھ ہجری میں انہوں نے ایک لاکھ فوج سے جرجان پر حملہ کیا۔ راستہ میں قہستان نامی علاقہ پڑتا تھا۔ یہ علاقہ پہاڑی تھا۔ یہاں کے بسنے والے چھپ چھپ کر لڑنے کے عادی تھے۔ ان کے پہاڑی قلعے بڑے مضبوط تھے۔ یہ لڑتے لڑتے جب کمزور ہو جاتے تھے تو پھر اپنے قلعوں میں چھپ جاتے تھے۔

قتیبہ نے کئی دفعہ ان پر چڑھائی کی لیکن پہاڑی دشوار راستوں کی وجہ سے ان پر قابو، نہ پا سکے۔ یزید بن مہلب نے ان پر فوج کشی کی۔ پہاڑی لوگ اپنی عادت کے مطابق لڑ کر جب کمزور ہوئے تو اپنے قلعوں میں جا کر پناہ گزیں ہوئے۔

یزید بن مہلب نے ان کے تمام پہاڑی راستوں کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ سے قہستانی لوگ بالکل بے بس ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے مجبور ہو کر یزید بن مہلب کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ یزید نے بڑھ کر ان کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ ان قلعوں سے مسلمانوں کو کافی دولت ہاتھ لگی۔

قہستان کے بعد اب جرجان پر چڑھائی کی۔ جرجان کے باشندوں نے آگے بڑھ کر ہتھیار ڈال دئے اور اسلامی فوجوں کی ہر طرح مدد کی۔

ان فتوحات نے یزید بن مہلب کی ہمت بڑھائی۔ انہوں نے اپنے ایک ماتحت افسر عبداللہ بن معمر لشکری کو چار ہزار فوج کے

ساتھ جرجان میں چھوڑ کر طبرستان کی طرف بڑھے۔ طبرستان کے حاکم نے آگے بڑھ کر صلح کرنی چاہی لیکن یزید بن مہلب نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔

اب اسلامی فوجوں اور طبرستانی فوجوں کا مقابلہ شروع ہوا۔ طبرستان کے حاکم نے شکست کھائی، ان کی فوجیں پہاڑوں میں بھاگ گئیں۔ مسلمانوں نے اونچے اونچے پہاڑوں پر چڑھ کر دشمن کا پیچھا کیا۔ انہوں نے رک کر مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کئے۔ دشمن ادھر پہاڑوں کی چوٹیوں سے تیر برسا رہے تھے۔ یہ تیر بہت بری طرح مسلمانوں پر پڑ رہے تھے۔ ان تیروں کی بوچھار سے مسلمان سپاہی پہاڑوں پر سے گر گر کر شہید ہونے لگے۔ اس طرح بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ باقی بچے ہوئے سپاہی طبرستان میں یزید بن مہلب کے پاس پہنچے۔

یہ کامیابی دیکھ کر حاکم طبرستان نے جرجان کے بسنے والوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ اور بغاوت کرا دی۔ طبرستان کی فوجوں نے رات کی تاریکی میں اسلامی فوجوں پر چھاپہ مار کر مسلمانوں کو قتل کیا۔ ہزاروں مسلمان شہید ہو گئے۔ اور ان کے تمام راستے دشمنوں نے روک دئے۔

اسلامی فوج میں کچھ عجمی مسلمان بھی تھے۔ یزید بن مہلب نے ان سے مشورہ کیا کہ اس گھیرے سے نکلنے کے لئے کیا تدبیر کی جائے؟

ایک شخص حیان نبطی انہوں نے کہا کہ میں رہائی کی کوئی صورت نکالتا ہوں۔ وہ طبرستان کے حاکم کے پاس گئے۔ اس سے کہا "اے بادشاہ میں نسل کے لحاظ سے تمہارا ہم قوم ہوں اور مذہب کے لحاظ سے مسلمان ہوں۔ لیکن میں تمہارا اور تمہاری قوم کا خیر خواہ ہوں۔ میں تمہیں خیر خواہی کا مشورہ دیتا ہوں وہ یہ کہ تم جلد سے جلد یزید بن مہلب سے صلح کر لو۔ یزید نے خراسان سے تازہ دم فوجیں بلائی ہیں۔ وہ آگئیں تو پھر مقابلہ تمہارے بس سے باہر ہو جائے گا۔ اس لئے یزید بن مہلب سے صلح کر لو۔ اس تدبیر سے تم لوگ محفوظ ہو جاؤ گے اور یزید بن مہلب کی فوجوں کا رُخ جرجان کی طرف پھر جائے گا۔"

طبرستان کے حاکم نے حیان نبطی کے مشورہ کو پسند کیا اور یزید بن مہلب سے صلح کر لی۔

طبرستان کی طرف سے بے فکر ہو کر یزید نے جُرجان کے باغیوں پر چڑھائی کی۔ ان لوگوں نے اپنی عادت کے مطابق پہاڑی قلعوں سے نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور پھر اپنے قلعوں میں جا کر چھپے۔ کئی قلعے ایسے تھے جہاں کوئی پہنچ نہ سکتا تھا۔ اس وجہ سے کئی مہینے تک مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا۔

ایک دن اتفاق سے انہیں پہاڑوں کا کوئی واقف آدمی ملا جس نے مسلمانوں کو ان قلعوں کا راستہ بتا دیا۔ بس قلعوں کا پتہ لگتے ہی اسلامی فوجوں نے دھاوا بول دیا۔ قلعہ والے بالکل مطمئن تھے۔

اچانک حملہ کی تاب نہ لاسکے۔ پسپا ہوکر قلعوں میں گھس گئے۔ یزید بن مہلب نے سخت محاصرہ کیا۔ قلعہ والوں کے لئے نکلنے کی کوئی صورت نہ رہی تو انہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔

یزید بن مہلب نے بغاوت کے خطروں کو مٹا دیا اور جرجان کا نیا شہر بسایا، اس میں مستقل چھاؤنی قائم کی اور مسلمانوں کو بسایا۔ یزید بن مہلب اپنا نائب جہم بن قیس کو مقرر کرکے خود خراسان واپس ہوئے۔

یزید بن مہلب اسلام کے ایک زبردست سپہ سالار تھے۔ ان کے باپ مہلب بن ابی صفرہ بھی اپنے زمانے کے زبردست سپہ سالار تھے۔ آگے چل کر بنی اُمیّہ کے زمانہ میں مہلب کی اولاد میں سے بڑے بہادر سپہ سالار اور سپاہی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی بہادری کے کارناموں سے تاریخ اسلام کے صفحوں کو زرّیں حروف میں منقش کر دیا۔

یزید بن مہلب کے حالات تو تم نے پڑھ لئے ہیں۔ انہوں نے ایشیا کے پہاڑی حصّوں کو فتح کیا۔ یعنی جرجان اور طبرستان۔ جرجان کا مشہور شہر بھی یزید بن مہلب نے چھاؤنی کے طور پر بسایا تھا جو ترقی کرتے کرتے اسلام کی ترقی کے زمانہ میں اسلامی شہروں میں ایک مشہور شہر تھا جس نے بڑے بڑے اسلام کے سپوت پیدا کئے۔ یہ برکت تھی یزید بن مہلب کی نیک نیتی، خلوص، اولو العزمی، دلیری اور بہادری کی۔ خدا کرے تم میں بھی کوئی یزید بن مہلب پیدا ہو جو دنیا

کے دشوار راستوں کو طے کر کے اسلام کی عظمت کے لئے اپنا سب کچھ تج دے اور دنیا میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام چھوڑ جائے۔

---

(۲۰)

جنید بن عبدالرحمٰن

(فاتح شمال مغربی ہندوستان)

کے دشوار راستوں کو طے کر کے اسلام کی عظمت کے لئے اپنا سب کچھ تج دے اور دنیا میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام چھوڑ جائے ۔

---

(۲۰)

جنید بن عبدالرحمٰن

(فاتح شمال مغربی ہندوستان)

"جنید بن عبد الرحمٰن کی یہ فتوحات
اگرچہ عارضی تھیں لیکن اس میں شک نہیں
معلوم ہوتا کہ اس کے مختصر عہد یعنی صرف
چار سال میں عرب تمام شمال مغربی
ہندوستان پر چھا گئے تھے"۔

(ایک مؤرخ)

جنید بن عبدالرحمٰن

(فاتح شمال مغربی ہندوستان)

۱۰۵ھ ہجری میں ہشّام تخت نشین ہوئے۔ ہشام سمجھ بوجھ، عقلمندی، تدبّر، اولوالعزمی، دلیری اور جراُت کی وجہ سے اموی بادشاہوں میں ممتاز تھے۔ ان کے تخت نشین ہوتے ہی بنی اُمیّہ میں ایک دفعہ پھر حرکت پیدا ہوئی۔ ہشّام کا دورِ حکومت بیرونی فتوحات اور طرح طرح کی گھریلو تبدیلیوں کی وجہ سے تمام بنی اُمیّہ میں بڑا ہنگامہ خیز تھا۔

اُن کے زمانہ میں وسط ایشیا لڑائی کا زبردست مرکز تھا یہاں کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف عام بغاوت کر رکھی تھی۔ وسط ایشیا کے چھوٹے چھوٹے حکمران بڑے سرکش تھے۔ یہ لوگ اسلامی حکومت پر بار بار چڑھ دوڑتے تھے۔ اس وجہ سے ہشّام نے ان چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کا زور توڑ کر اپنے قابو میں لانے کی کوششیں کیں۔ چنانچہ

ترک، تاتار سب مسلمانوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے گویا کابل سے لے کر آرمینیا تک آگ لگ گئی۔ لیکن ہشّام کی ہمت، اولوالعزمی اور دلیری نے ان سب پر قابو حاصل کر لیا۔

غرض ہشام کو تمام اسلامی مملکت میں بڑے بڑے دلیر، بہادر اور اولوالعزم سپہ سالار مقرر کرنے پڑے۔ چنانچہ انہوں نے سندھ کی حالت سدھارنے اور ان کے انتظامات کو درست کرنے کے لئے جُنید بن عبدالرحمٰن کو سندھ کا والی بنا کر بھیجا۔ جنید کے پاس ملکی اور فوجی دونوں اختیارات تھے۔

سندھ کی حکومت پر جنید بن عبدالرحمٰن کا تقرر ۱۰۷ھ ہجری میں ہوا تھا۔ انہوں نے سندھ میں آنے کے بعد دریائے سندھ کے کنارے کنارے پیش قدمی شروع کی۔ یہ علاقہ راجہ داہر کے لڑکے جے سنگھ کا تھا۔ یہ راجہ حضرت عُمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں مسلمان ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کی حکومت برقرار رکھی تھی۔ چنانچہ راجہ جے سنگھ نے جنید سے کہلا بھیجا کہ "میں مسلمان ہو گیا ہوں اور مجھے مسلمانوں کے بادشاہ نے برقرار رکھا تھا۔ اس لئے میرے علاقہ پر تم کو فوج کشی نہ کرنی چاہئے۔ مجھے تمہاری نقل و حرکت سے خطرہ ہے" جنید نے اُسے اطمینان دلایا کہ اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے اطمینان کے لئے کچھ آدمی ایک دوسرے کے پاس ضمانت کے طور پر رکھے۔ لیکن جے سنگھ کو کسی طرح اطمینان نہ ہوا۔ اس کے بعد دونوں نے اپنے

اپنے آدمیوں کو بلا لیا۔ اس کے بعد جے سنگھ اسلام سے پھر گیا۔ اپنا بحری بیڑا لے کر جنید کے مقابلہ پر آ گیا۔ دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ راجہ جے سنگھ کی کشتی اُلٹ کر ڈوب گئی اور وہ ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔

جے سنگھ کے بعد ان کا بھائی چچم جنید کے مقابلہ پر آیا لیکن شکست کھا کر قتل ہو گیا۔ اب جنید کیرج کے علاقہ کی طرف بڑھے۔ یہ علاقہ محمد بن قاسم کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا لیکن بعد میں باغی ہو گیا تھا۔ جے سنگھ سے فارغ ہونے کے بعد جنید نے کیرج کا محاصرہ کیا۔ اس کی مضبوط شہر پناہ کو قلعہ شکن آلوں سے توڑ کر قبضہ کر لیا۔

کیرج کی کامیابی کے بعد جنید نے مختلف علاقوں پر مختلف سپہ داروں کی زیر نگرانی چڑھائیاں کیں۔ مارواڑ، مانڈل، دھنج، بھروچ، اُجین، اور مالوہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ تمام سپہ دار کامیابی کے ساتھ آئے۔

جُنید نے بھیل مان اور گجرات کے علاقہ کو زیر نگیں کیا۔

جنید ۱۰۷ھ ہجری سے ۱۱۱ھ ہجری تک سندھ میں رہے۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں جُنید نے سندھ میں ملکی انتظام کو درست کیا اور فتوحات کو ترقی دی۔ سندھ کی حکومت بڑی کامیابی کے ساتھ چلنے لگی۔

۱۱۱ھ ہجری میں جُنید کا تقرر سندھ سے خراسان میں ہوا۔ جنید اپنے نئے عہدہ پر چلے گئے اور سندھ کے نئے حاکم تمیم داری بن کر آئے۔

یہ بہت ہی سُست، کمزور اور نااہل تھے۔ اس وجہ سے سندھ کی حکومت ان سے نہ سنبھل سکی۔ پورے سندھ میں بغاوت پھیل گئی۔ محمد بن قاسم کے زمانہ سے لے کر جنید کے زمانہ تک جو کچھ سندھ میں مسلمانوں کا اثر ہوا تھا وہ تمیم داری کی نااہلیت، کاہلی اور سستی کی وجہ سے سب خاک میں مل گیا۔

اب سندھ میں اسلامی حکومت قریب قریب ختم ہو گئی۔ سندھی غیر مسلموں کا زور اتنا بڑھا کہ مسلمانوں کو سندھ چھوڑنا پڑا۔ خود تمیم داری بھی سندھ چھوڑ کر عراق چل دئے لیکن راستہ ہی میں انتقال کر گئے۔

سچ ہے بہادروں کی قائم کی ہوئی سلطنت نااہل، سُست اور کاہل پیچھے آنے والے خاک میں ملا دیتے ہیں۔ یہی حالت ہم موجودہ مسلمانوں کی ہے۔ ہمارے باپ دادا نے دنیا پر حکومت قائم کی، ہم ان کے نااہل سست اور کاہل اولاد نے کھو دی۔ اب ہمیں اپنے باپ دادا کا ورثہ دوبارہ حاصل کرنا چاہیئے۔

(۲۱)

عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی

(سپہ سالار مہم فرانس)

"امیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی
اندلس کے حاکم تھے۔ انہوں نے اندلس کے
راستہ سے فرانس پر آخری حملہ کیا تھا۔ اگر ان کا
یہ حملہ کامیاب ہوتا تو نہ صرف فرانس بلکہ
پورے مغربی یورپ کی تاریخ بدلی ہوئی ہوتی"

(ایک عرب مؤرخ)

ابن زیان اور امیر عثمان کا مقابلہ ہوا۔ امیر عثمان مقابلہ میں مارے گئے۔

غرض اس بغاوت سے بے فکر ہو کر مسلمانوں نے فرانس پر فوج کشی کی۔ شروع میں ڈیوک آف ایکی ٹین کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ڈیوک نے بڑا زبردست مقابلہ کیا لیکن اسلامی فوجوں کے ریلے کو روک نہ سکا۔ اسلامی فوجیں ڈیوک کی فوجوں کو شکست دے کر آگے بڑھیں۔ دریائے گاران کی سرسبز وادیوں کو روندتی ہوئی "بورڈیو" کی بندرگاہ تک پہنچ گئیں۔ یہاں ڈیوک کے سامان کا بڑا ذخیرہ تھا۔ اس لئے ڈیوک نے یہاں بھی مسلمانوں کا زبردست مقابلہ کیا لیکن یہاں بھی شکست کھائی۔ پورا ذخیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

بورڈیو کی بندرگاہ سے آگے شمال کی طرف دریائے ڈارڈون
[illegible] آف" ایکی ٹین" کی فوجوں نے تیسری دفعہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔
[illegible]ں نے ڈیوک کی پوری فوج کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی
[illegible] ٹیرس" پہنچی۔ یہاں سینٹ ہلاری کے مشہور گرجے کی دولت
[illegible] ور شہر پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا۔

[illegible] آف ایکی ٹین نے دیکھا کہ اسلامی فوج کے ریلے کا
[illegible] ہے اور اسلامی فوجیں بیچ فرانس تک
[illegible] کے لوگوں نے اسے [illegible] اپنے مخالف [illegible]
[illegible] اس میں کوئی شک [illegible]

بہادر فوج پر غالب ہوتی چلی جا رہی ہے۔

مسلمانوں کی کامیابی خود چارلس مارٹل کے لئے بھی خطرناک تھی۔ اس لئے اس نے فرانس کے امیروں سے مل کر مسلمانوں کے حملے روکنے کے لئے تدبیریں کیں۔ چارلس مارٹل نے اسے قومی اور مذہبی معاملہ بنا کر فرانس کے تمام بہادروں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپیل کی۔ چنانچہ اس کی دعوت پر جرمنی اور پرتگال کے بڑے بڑے امیر بھی فوجیں لے کر پہنچ گئے۔

غرض چارلس مارٹل ایک جرّار فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ پر نکلا۔ مسلمانوں اور فرانس کی قوت میں بڑا فرق تھا۔ ایک طرف یورپ کے چیدہ چیدہ بہادر تھے جو سر سے لے کر پیر تک لوہے میں ڈھکے ہوئے تھے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی فوج تھی، اجنبی ملک میں بے سر و سا[مانی] کی حالت میں تھی۔ لیکن باوجود اس کے دشمن پر مسلمانوں کی دھاک [بیٹھی] ہوئی تھی اس لئے کہ چارلس مارٹل نے ایک ہفتہ تک حملہ کی ہمت نہ کی۔

ایک ہفتہ کے انتظار کے بعد امیر عبدالرحمٰن نے [...] (رخ) دشمن پر زور کا حملہ کر دیا۔ صبح سے لے کر شام [...] ہوتی رہی۔ رات کی تاریکی نے دو[نوں] الگ کر دیا۔ دوسرے دن پچھ[...] سہ پہر تک دونوں فوجوں [...]

تازہ دم فوج میدان میں لے آیا اور اس نے اس فوج سے تھکے ہوئے مسلمانوں پر شدت کا حملہ کیا۔ ان کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اب فرانس کی فوجوں نے پورے زور سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔

امیر عبدالرحمٰن مسلمانوں کو سنبھالنے اور ان کو ہمت دلانے کے لئے دشمن کی صفوں میں گھستے چلے گئے اور بہادروں کی طرح جسم پر سینکڑوں زخم کھا کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

مسلمانوں کے پاؤں میدانِ جنگ سے پہلے ہی اکھڑ چکے تھے۔ حملوں کی شدت سے تھکے ہوئے تھے۔ پھر ان کے لئے تازہ دم فوج کی کوئی مدد بھی نہ تھی۔ اپنے وطن سے دور فرانس کی سرزمین پر لڑ رہے تھے۔ لڑتے لڑتے ان کی ہمت ٹوٹ گئی اس لئے انہوں نے بہتر یہ سمجھا کہ رات کی تاریکی میں میدان خالی کر دیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے میدان خالی کر دیا۔ اس پسپائی کے باوجود چارلس مارٹل پر مسلمانوں کی بہادری کا اتنا رعب چھایا ہوا تھا اور اتنا خوف طاری تھا کہ مسلمان فوجوں کا پیچھا بھی نہ کیا۔

یورپ والے اس معرکہ کو بہت بڑھ چڑھ کر اپنی بہادری کا کارنامہ بناتے ہیں اور چارلس مارٹل کے کارنامہ کو دنیا کی بہادری کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اسی کارنامے کی وجہ سے فرانس کے لوگوں نے اسے مارٹل (ہتھوڑے) کا معزز لقب دیا۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اگر امیر عبدالرحمٰن کا یہ حملہ

کامیاب ہوتا تو نہ صرف فرانس بلکہ پورے مغربی یورپ کی تاریخ بدلی ہوئی ہوتی۔

یہ حالات بار بار پڑھو اور سوچو کہ مسلمان نہ کثرت سے ڈرتا ہے اور نہ سامان سے۔ وہ اپنی بہادری کے کارنامے دنیا میں میدانِ جنگ میں ظاہر کر کے چھوڑتا ہے۔

امیر عبدالرحمٰن کے بہادرانہ کارناموں میں ہمارے لئے بڑے بڑے سبق ہیں۔ اپنے وطن سے دور اجنبی ملک میں کس طرح بہادری سے لڑتے ہوئے اسلام کی عظمت کے لئے اور فرانس کی سرزمین میں اسلام کا جھنڈا لہرانے کے لئے شہادت کا جام پی لیا۔ وہ مسلمانوں کے لئے یہ پیغام چھوڑ گئے ہیں کہ آرام کی زندگی سے محنت اور میدانِ جنگ کی زندگی ہزار درجہ بہتر ہے۔ کیا مشکل ہے کہ تم میں سے بھی کوئی ننھا مُنا یہ مقصد بنا لے کہ دُنیا میں آرام کی زندگی چھوڑ کر محنت اور مشقت کی زندگی اختیار کرے۔

(۲۲)

امویوں کے زوال اور عباسیوں کے عروج

کی

داستان

"عبّاسیوں کے ہاتھ میں خلافت آنے
کے بعد حکومت کے تمام کاموں پر ایرانی
حاوی ہو گئے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ خود
عربوں پر ایرانیت غالب آگئی تھی"

(ایک مورّخ)

امویوں کے زوال اور عبّاسیوں کے عروج کی داستان

اموی خاندان کے چودہ بادشاہ ہوئے۔ انہوں نے اکیانوے برس تک حکومت کی۔ ان کی حکومت کے آخری زمانے میں ایک شخص ابو مسلم خراسانی نامی گذرا ہے۔ یہ شخص اصفہان میں پیدا ہوا، کوفہ میں پلا بڑھا اور لکھا پڑھا۔

کوفہ میں ایک امام ابراہیم تھے۔ یہ رسولِ پاک کے چچا حضرت عبّاس کی اولاد میں سے تھے۔ امامِ ابراہیم نے ابو مسلم خراسانی کی خاص تعلیم و تربیت کی۔ امام ابراہیم نے انہیں ایک خفیہ انقلاب کے لئے تیار کیا۔ جس انقلاب نے امویوں سے حکومت چھین کر عباسیوں کے قبضہ میں دلا دی۔ ابو مسلم نے اس خفیہ انقلاب کا مرکز خراسان کو

"عبّاسیوں کے ہاتھ میں خلافت آنے
کے بعد حکومت کے تمام کاموں پر ایرانی
حاوی ہو گئے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ خود
عربوں پر ایرانیت غالب آگئی تھی۔"

(ایک مؤرخ)

امویوں کے زوال اور عباسیوں
کے
عروج کی داستان

اموی خاندان کے چودہ بادشاہ ہوئے۔ انہوں نے اکیانوے
برس تک حکومت کی۔ ان کی حکومت کے آخری زمانے میں ایک شخص
ابو مسلم خراسانی نامی گذرا ہے۔ یہ شخص اصفہان میں پیدا ہوا، کوفہ میں
پلا بڑھا اور لکھا پڑھا۔

کوفہ میں ایک امام ابراہیم تھے۔ یہ رسولِ پاک کے چچا حضرت
عباس کی اولاد میں سے تھے۔ امامِ ابراہیم نے ابو مسلم خراسانی کی
خاص تعلیم و تربیت کی۔ امام ابراہیم نے انہیں ایک خفیہ انقلاب
کے لئے تیار کیا۔ جس انقلاب نے امویوں سے حکومت چھین کر عباسیوں
کے قبضہ میں دلادی۔ ابو مسلم نے اس خفیہ انقلاب کا مرکز خراسان کو

بنایا۔ خراسان دمشق دارالحکومت سے دور تھا۔ اس دوری کی وجہ سے ابو مسلم خراسانی اموی حکومت کے خلاف چھپے چھپے لوگوں کو تیار کر سکتا تھا۔

امام ابراہیم کوفہ سے ابو مسلم کو تمام ہدایات چھپے چھپے بھیجتا رہتا۔ ابو مسلم ان ہدایات پر حرف بحرف عمل کرتا تھا۔ امام ابراہیم بعض لوگوں کے قتل کا حکم دیتا تھا انہیں یہ فوراً قتل کرا دیتا۔

رسولِ پاک کی جانشینی کے دعوے دار اہلِ بیت نبوی تھے۔ ان کے بعد حضرت علی کی غیر فاطمی اولاد تھی۔ اموی بادشاہ سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں یہ منصب علوی خاندان سے عباسی خاندان میں منتقل ہو گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد شیعانِ علی نے یہ منصب حضرت امام زین العابدین کے سامنے پیش کیا، انہوں نے دل شکستہ ہونے کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا۔ ان کے انکار پر شیعانِ علی نے یہ منصب حضرت علی کے غیر فاطمی فرزند محمد بن حنفیہ کی طرف رجوع کیا۔ انہوں نے اس منصب کو قبول کر لیا۔ رفتہ رفتہ یہ منصب بنو عباس میں پہنچا۔ اس طرح شیعوں کی ایک جماعت بنی عباس کی حامی بن گئی۔ اس جماعت نے "تحریک عباسیہ کی بنیاد ڈالی۔

اسی تحریک کے رہنما ابو مسلم خراسانی بنے جنہوں نے خفیہ طریقہ پر عباسی دعوت کو خراسان کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا۔ ہزاروں خراسانی اور عراقی اس میں شریک ہو گئے۔

ابو مسلم نے ایک طرف بنی عباس کے لئے طرف دار بنانا شروع کئے اور دوسری طرف عربی قبیلوں میں باہم لڑائی شروع کرادی۔ ابو مسلم کی خفیہ تحریک نے حمیری اور مضری عربی قبیلوں میں اختلاف پیدا کردیا۔ رفتہ رفتہ اس اختلاف نے مستقل جنگ کی صورت اختیار کرلی۔ بغاوتیں ہونے لگیں۔

بنی عباس کی تحریک کو پھیلنے کا اچھا موقع ملا۔ اب ابو مسلم نے ۱۲۹ سنہ ہجری میں کھلم کھلا بغاوت کرادی۔ ایک دو حملوں کے بعد خراسان کے صدر مقام مَرو پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح خراسان بنی اُمیّہ کے ہاتھ سے نکل گیا۔

مَروان نے خراسان کے علاوہ دوسرے حصّوں کو بچانے کی کوشش کی۔ لیکن بنی اُمیّہ کی حالت بگڑ چکی تھی۔ مَروان نے بنی اُمیّہ کی حالت درست کرنے کی سر توڑ کوششیں کیں لیکن کامیاب نہ ہوا۔

۱۳۲ سنہ ہجری میں مروان قتل کیا گیا۔ اب حکومت کے وارث بنی عباس بنے۔ بنی عباس کا پہلا بادشاہ ابوالعبّاس سفاح ہوا اور بنی اُمیّہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

بنی عباس کی تحریک کی کامیابی حسب ذیل اسباب کی وجہ سے ہوئی۔

۱۔ خاندان بنی اُمیّہ میں باہمی نزاع شروع ہوگیا۔ اتحاد و اتفاق نہیں رہا جس کی وجہ سے ان کی شوکت گھٹ گئی۔

۲۔ خراسان اور عراق میں حمیری اور مضری قبیلوں کے باہمی جھگڑے جن کی وجہ سے عباسی تحریک کو پھیلنے کا موقع ملا۔

۳۔ بنی عباس نے عام لوگوں کو یقین دلایا کہ وہ خلافتِ اہلِ بیت کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ اس وجہ سے اس تحریک سے عام لوگوں کو ہمدردی پیدا ہو گئی اور اس تحریک میں جان پڑ گئی۔

۴۔ بنی عباس کی تحریک کو ابو مسلم خراسانی جیسا رہنما ملا۔ جس کے متعلق ایک قدیم مورخ لکھتا ہے کہ "شدید ترین ناکامی بھی اس کے مزاج میں برہمی نہ پیدا کر سکتی تھی اور بڑی بڑی کامیابی کی خبر پا کر بھی اپنے چہرہ پر کسی قسم کی مسرت کے نشان نمایاں نہ ہونے دیتا تھا۔"

عباسی خاندان کی کامیابی ابو مسلم خراسانی کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن منصور دوسرے خلیفہ نے ابو مسلم کو قتل کر کے احسان ناشناسی کا ثبوت دیا۔

عباسی خاندان کے عروج نے مغربی ایشیا کی حالت بدل دی۔ اب دارالحکومت شام سے بدل کر عراق میں گیا۔ خلافت کی وحدت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی کیونکہ اندلس کے عربوں نے بنی عباس کی خلافت کو کبھی نہ مانا۔

بنی عباس کے ہاتھ میں خلافت آنے کی وجہ سے عربی قومیت کا

خاتمہ ہوگیا۔ عربوں کی اہمیت کم ہوتی گئی اور حکومت کے تمام کاموں پر
ایرانی حاوی ہوگئے اور اس کا اثر یہ ہوا کہ خود عربوں پر ایرانیت غالب
آگئی۔ اس لئے بنی عباس سے اسلامی معاشرت کا جو دور شروع
ہوتا ہے اس کو عربی اور ایرانی تمدن کہتے ہیں۔

---

(۲۳)

عبداللہ بن علی

(سپہ سالار رومی سرحد)

"عبداللہ بن علی رومی سرحد کے محافظ تھے۔
انہوں نے بڑی سرگرمی، جوش اور ولولہ کے ساتھ
اس علاقہ میں مسلسل رومی فوجوں سے مقابلے
کئے اور انہیں پیچھے ڈھکیلتے رہے۔"

(ایک مورّخ)

عبداللہ بن علی

(سپہ سالار رومی سرحد)

بنی اُمیہ اور بنی عباس کے اندرونی جھگڑوں اور انقلاب کی وجہ سے رومیوں نے فائدہ اُٹھایا۔ چنانچہ ۱۳۳ھ ہجری میں روم کے بادشاہ قیصرِ روم نے ایشیائے کوچک میں حملے شروع کر دئے۔ قیصر نے سرحد کے شہر کمسخ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔

کمسخ کے بعد رومی فوجوں نے آگے بڑھنا شروع کیا اور ملطیہ کا محاصرہ کر لیا۔ قیصرِ روم نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ "ملطیہ ہمارے حوالے کر کے اسلامی علاقہ میں نکل جاؤ۔ ہماری فوجیں تمہارے لئے کوئی رکاوٹ پیدا نہ کریں گی۔"

مسلمانوں نے انکار کر دیا۔ رومیوں نے اپنے محاصرہ کو اور زیادہ سخت کر دیا۔ مسلمان مقابلہ کی طاقت نہ پا کر مجبوراً ملطیہ کو چھوڑ کر اسلامی آبادی میں جا کر بس گئے۔

ملطیہ کو رومیوں نے بالکل تباہ وبرباد کردیا۔ جتنے مسلمان ان کے قبضہ میں آئے ان کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور شہر کو لوٹ لیا۔

بنی عباس کے پہلے بادشاہ ابوالعباس عبداللہ بن محمد المعروف بہ سفاح نے عبداللہ بن علی کو رومی سرحدوں کا سپہ سالار بنایا۔ رومی سرحدوں کے انتظامات ان کے ذمّہ کر دئے۔ عبداللہ بن علی نے قیصر روم کی فوجوں سے مقابلہ کیا۔ ان سے ملطیہ اور کمسخ کے شہر دوبارہ لے لئے اور تمام رومی سرحدوں پر نئے سرے سے چھاؤنیاں اور قلعے تیّار کروائے۔

رومیوں کو مرعوب کرنے کے لئے انہوں نے سرحدوں پر بار بار حملے کئے۔ رومیوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ سفّاح کے زمانہ میں خالد بن ابراہیم نے ختن پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر لیا۔

اسی سال فرغانہ اور چاچ کے حکمرانوں میں باہمی مخالفت ہوگئی۔ فرغانہ کے حاکم نے چین کے بادشاہ سے فوجی مدد لی اور چاچ کا محاصرہ کر لیا۔ چاچ چین کے حکمران کے مقابلہ میں بہت کمزور تھا اس لئے اس نے چین کے بادشاہ کی اطاعت مان لی۔

ادھر سفّاح کو اطّلاع ہوئی تو انہوں نے اپنے ایک سپہ سالار زیاد بن صالح کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ فرغانہ اور چاچ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

زیاد کی فوجوں نے چین کی فوجوں سے دریائے طراز پر مقابلہ

کیا اور انہیں شکست فاش دی۔ خالد بن ابراہیم نے ۱۳۴ھ ہجری میں کش پر حملہ کیا۔ یہاں کے حکمران آخرید نامی کو قتل کیا اور بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا اور آخرید کی جگہ اس کے بھائی طاران کو کش کا حاکم بنا دیا۔

سفاح کی پوری توجہ بنی اُمیہ کی طرف لگی ہوئی تھی اس لئے وہ اپنے سپہ سالاروں کو نئے نئے ملکوں کی فتوحات کے لئے نہ بھیج سکا۔ اندرونی جھگڑوں کے نبٹانے میں انہیں تمام طاقت اور قوت صرف کرنی پڑی۔

آپس کی نااتفاقی اور گھریلو جھگڑے ترقی کو روک دیتے ہیں۔ اس لئے تمہیں آپس کے جھگڑوں اور نااتفاقی سے بچنا چاہئے۔ اسلام کی بہتری اور بھلائی کے لئے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم متحد و متفق رہیں۔

اسلام اس لئے آیا تھا کہ بچھڑے ہوئے لوگوں کو ملائے۔ اس نے عرب جیسے لوگوں کو جو ریت کے ذرّوں کی طرح الگ الگ تھے ملا کر بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ ان میں اسلام نے اتحاد و اتفاق پیدا کر دیا تھا۔

اسلام کی برکت کی وجہ سے مسلمانوں نے روم اور ایران کی زبردست حکومتوں کو فتح کر کے رکھ دیا تھا لیکن جب مسلمانوں میں گھریلو جھگڑے پیدا ہوئے تو ان کی ہوا خیزی ہو گئی۔ اُن کی فتوحات کی رَو

جو اُٹھی تھی وہ ختم ہو گئی، اس لئے اسلام کی بہتری اور سربلندی کے لئے تمام جھگڑوں کو ختم کر دینا چاہیئے۔

---

(۲۴)

خازم بن خزیمہ

(سپہ سالار عہد منصور)

"عبّاسی بادشاہ منصور کے زمانہ میں خازم
بن خزیمہ مشہور سپہ سالار گذرے ہیں جنہوں نے
سلطنت کو بیرونی حملوں سے بچایا اور اندرونی
جھگڑوں سے محفوظ رکھّا"

(ایک مؤرّخ)

خازم بن خزیمہ

(سپہ سالارِ عہدِ منصور)

سفاح کے بعد منصور بادشاہ بنا۔ ابھی تک عباسی حکومت قائم ہوئے کچھ زیادہ دن نہیں گذرے تھے اور اُس کی بنیادیں پوری طرح جمی نہ تھیں، اس لئے ملک کے مختلف حصّوں میں بغاوتیں شروع ہو گئیں۔

منصور نہایت عقلمند، سمجھ بوجھ والا حکمراں تھا، ہمّت، دلیری اولوالعزمی اور بہادری کا مجسّمہ تھا۔ نازک سے نازک موقعوں پر نہ گھبراتا تھا۔ بڑی بڑی پیچیدہ گتھیوں کو اپنی عقلمندی سے سلجھا دیتا تھا۔ باوجود اس کے کہ زمانے میں بڑے بڑے انقلابات آئے لیکن منصور کی سوجھ بوجھ نے اُس کی سلطنت کو ہلنے نہ دیا۔ انہوں نے اپنی حکومت کو اتنا مضبوط کیا کہ مدّتوں اس کے جانشین حکومت کرتے رہے۔

۱۳۷ھ ہجری میں جزیرہ کے پاس ملبد بن حرملہ باغی ہو گیا۔

اس کی بغاوت بڑی شدید تھی۔ منصور کی بار بار فوجیں جاتی تھیں لیکن شکست کھا کر لوٹتی تھیں۔ آخر میں ۱۳۰ھ ہجری میں منصور نے خازم بن خزیمہ کو اس بغاوت کے دبانے کے لئے ایک زبردست فوج کے ساتھ بھیجا۔

خازم بن خزیمہ نے ملبد بن حرملہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس گھیرے کو تنگ کرتے کرتے اس کی فوجوں کو اور ملبد کو ختم کر دیا۔

خراسان کے نواح میں ایک شخص رہتا تھا جس کا نام استاذ سیس تھا۔ اُس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، ہرات بادغیس اور سجستان کے بسنے والے اس کے ماننے والے بن گئے۔ استاذ سیس ان کی مدد سے خراسان کے بہت بڑے حصہ پر قابض ہو گیا۔

منصور نے فوجی طاقت سے اس فتنے کو دبانے کے لئے کئی سپہ سالار بھیجے لیکن کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں منصور نے خازم بن خزیمہ کو اس فتنہ کے دبانے کے لئے بھیجا۔ یہ پہلے بارہ ہزار فوج کے ساتھ استاذ سیس کے مقابلہ پر روانہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد بائیس ہزار فوج ان کی مدد کے لئے بھیجی گئی۔

خازم بن خزیمہ نے اس فوج میں سے چار ہزار نوجوان چُنے جنہوں نے استاذ سیس کی فوجوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس طرح سے خازم بن خزیمہ استاذ سیس کی طرف بڑھے۔ استاذ سیس کے آدمی زیادہ تر پیدل تھے۔ اس لئے خازم انہیں چکر دے کر

تھکا دینا چاہتے تھے۔

اسلامی فوج نے ایک طرف بڑی گہری خندق کھود دی۔ دشمن کی فوجوں نے اسے پاٹنا شروع کیا لیکن اس طرف سے مسلمانوں نے انھیں بھگا دیا۔ آہستہ آہستہ خازم بن خزیمہ نے فوجوں کو لڑایا کہ دشمن کی فوجیں تھک گئیں اور چاروں طرف سے گھر گئیں۔

استاذ سیس کے ستر ہزار آدمی گرفتار ہوئے۔ خود موقع پاکر اپنے بال بچوں کے ساتھ پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ خازم کی فوج نے استاذ سیس کا پیچھا کیا۔ استاذ سیس نے جب دیکھا کہ بھاگنے سے جان نہیں بچ سکتی ہے تو اس نے اسلامی فوج کے سپہ سالار کے نام پیغام بھجوایا کہ میں اپنے آپ کو آپ کے حوالہ کرتا ہوں، جو فیصلہ آپ کریں گے وہ مجھے منظور ہے۔ خازم بن خزیمہ نے استاذ سیس کو اور اس کے لڑکوں کو پکڑ کر قید خانہ میں رکھ دیا اور اُن کے آدمیوں کو چھوڑ دیا۔ اس طرح سے اس فتنہ سے حکومت کو نجات ملی۔

منصور نے ایک امیر عبد الجبار بن عبد الرحمٰن ازدی کو خراسان کا والی بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی بغاوت کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اس نے خراسان کی حکومت کے زمانہ میں فوجی افسروں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا، کچھ کو قید خانوں میں بند کر دیا اور کچھ کو قتل کیا۔ منصور بڑا عقلمند تھا۔ وہ اس کی اس چال کو سمجھ گیا۔ اس نے اپنے وزیر ابو ایوب سے مشورہ کیا۔ ابو ایوب نے کہا کہ فوجی افسروں پر ہاتھ صاف کرنے کا مطلب یہ

ہے کہ عبدالجبار بن عبدالرحمٰن ازدی بغاوت کرنا چاہتے ہیں اس لیئے آپ انہیں لکھئے کہ" میں رومیوں پر فوج کشی کرنا چاہتا ہوں اس لیئے تم فوراً خراسان کے بہادروں اور فوجی افسروں کو رومی محاذ جنگ پر بھیج دو۔ اس طریقہ سے وہاں سے فوجی طاقت ہٹ جانے سے آپ عبدالجبار بن عبدالرحمٰن ازدی کو معزول کر کے ان کی جگہ کوئی والی بھیج دیجئے"۔

ابوایوب کے اس مشورہ کے مطابق منصور نے حکم جاری کر دیا۔ لیکن عبدالجبار نے یہ عذر پیش کیا کہ" اس وقت ترکوں اور سغدیوں کے حملہ کا خطرہ ہے اس لیئے یہاں سے فوجیں ہٹانے کا مقصد یہ ہو گا کہ خراسان سے ہاتھ دھونا پڑے گا"۔

منصور نے پھر یہ معاملہ ابوایوب کے سامنے مشورہ کے لیئے پیش کیا۔ ابوایوب نے منصور کو مشورہ دیا کہ عبدالجبار بن عبدالرحمٰن کو لکھیں کہ" چونکہ خراسان مجھے تمام مقبوضات سے عزیز تر ہے اس لیئے میں بغداد سے مزید فوجیں بھیجتا ہوں"۔ اس بہانہ سے بغداد کی فوجیں خراسان بھیج دیجئے تاکہ اگر عبدالجبار بغاوت کرے تو اُسے دبایا جا سکے"۔

چونکہ عبدالجبار کا ارادہ خراب تھا یعنی وہ بغاوت کرنا چاہتا تھا اس نے بادشاہ کو جواب میں لکھا کہ" اس سال خراسان میں بڑی گرانی ہے اور یہاں سخت کال ہے۔ اگر اس صوبہ پر زیادہ بوجھ ڈالا گیا

تو لوگ تباہ ہو جائیں گے۔" اس جواب سے عبدالجبار کے ارادے ظاہر ہو گئے۔ منصور نے خازم بن خزیمہ کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیا۔ یہ فوج ابھی پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ خراسان کے کچھ شہروں کے بسنے والوں نے عبدالجبار کا مقابلہ کیا۔ اتنے میں خازم بن خزیمہ بھی باغیوں کے مقابلہ کے لئے پہنچے۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ عبدالجبار شکست کھا کر میدان سے بھاگ نکلا۔ خازم بن خزیمہ نے پیچھا کر کے اسے گرفتار کر کے منصور کے پاس بھیج دیا۔ منصور نے اسے موت کی سزا دی۔

---

(۲۵)

اسلامی جنگی بیڑا کیسے بنا؟

"مسلمان بہت بڑے جہاز ساز اور جہاز ران تھے۔ انہوں نے جہاز رانی کے ذریعہ چین سے اس وقت تعلقات قائم کئے جبکہ اس برِاعظم کے وجود کا یورپ والوں کو پتہ بھی نہ تھا۔ جہاز رانی میں سب سے پہلے مسلمانوں ہی نے قطب نما کا استعمال کیا۔"

(ایک انگریز مؤرخ)

اسلامی جنگی بیڑا کیسے بنا؟

آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے عرب کے بسنے والے بحری سفر کے عادی نہ تھے۔ ہاں جو عربی قبیلے ساحلوں کے قریب رہتے تھے ان کے پاس کچھ کشتیاں تھیں۔ وہ محض اس لئے کہ ان کے ذریعہ یہ لوگ بحری تجارت کر سکتے تھے۔

اندرونی عربی قبیلے بحری سفر سے گھبراتے تھے اس لئے یہ لوگ بحری سفر نہیں کرتے تھے۔ ان کی تجارت خشکی کے ذریعہ ہوتی تھی۔ اسلام آمد کے بعد مسلمانوں کو خدا نے مصر و شام کے ساحلوں کی بندرگاہیں دیں اور انہوں نے رومیوں کے جنگی جہاز دیکھے اور ان کے بحری کارنامے دیکھے تو ان کو بھی بیڑے کے قائم کرنے کا شوق پیدا ہوا۔

اسلامی سپہ سالاروں میں سب سے پہلے بحری جنگ کرنے والے حضرت حلاء بن الحضرمی تھے جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں بحرین کے حاکم تھے۔ انہوں نے خلیج فارس کے ساحلوں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور ساحلوں پر جہازوں کے ذریعہ فوج کشی کی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ

سے اجازت نہیں لی تھی اس لئے ان کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو ان کی یہ خود سری ناپسند آئی۔ انہوں نے ان کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ماتحت کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو بحری لڑائیوں سے ممانعت کر دی۔

امیر معاویہ شام کے والی تھے۔ شام اور اردن کے ساحلوں کی حفاظت بغیر جنگی جہازوں اور بحری بیڑے کے ناممکن تھی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے بحری بیڑے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ دریا کی مزید حالت معلوم کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے والیٔ مصر عمرو بن العاص کو لکھا۔

عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کو بحری سفر کے حالات ایک خط کے ذریعہ لکھے جس کا ترجمہ ہے "اے امیر المومنین! میں نے دریا کی یہ حالت دیکھی ہے کہ وہ گویا ایک بہت بڑی مخلوق ہے جس پر چھوٹی مخلوق (انسان) سوار ہوتی ہے۔ وہاں آسمان اور پانی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر پانی گدلا ہوتا ہے تو دلوں کو غمگین بنا دیتا ہے اور جوش میں آتا ہے تو ہوش اڑا دیتا ہے۔ اس میں یقین کی کمی اور شک کی زیادتی بڑھ جاتی ہے۔

"انسان کی بحری سفر میں یہ حالت ہوتی ہے جیسے ایک لکڑی پر کیڑا بیٹھا ہو۔ اگر وہ لکڑی الٹ پلٹ جائے تو کیڑا ڈوب جائے۔ اگر وہ لکڑی سلامتی سے کنارے پر جا لگے تو کیڑا خوشی سے چمک کر اڑ جائے گا۔"

حضرت عمرؓ کے پاس عمرو بن العاص کی یہ رائے پہنچی تو انہوں نے

نے امیر معاویہ کو لکھا" اس ذات کی قسم ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی کے ساتھ بھیجا میں ہرگز ہرگز مسلمانوں کو دریائی سفر میں نہ بھیجوں گا"۔

امیر معاویہ نے حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ کی جانشینی کے زمانہ میں پھر بحری فوج کے قیام کی درخواست پیش کی۔ اسکے ساتھ انہوں نے بحری بیڑے کے فائدے بتائے۔ حضرت عثمان نے ان کی درخواست منظور کرلی لیکن اس کے ساتھ یہ شرط رکھی کہ جو مسلمان بحری بیڑے میں بھرتی ہونا چاہیں وہ اپنی مرضی سے بھرتی ہوں۔

چنانچہ ۲۸ھ ہجری میں امیر معاویہ نے اسلامی جنگی بیڑے کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے جنگی بیڑے کے ذریعہ جزیرۂ قبرس پر حملہ کیا۔ قبرس والوں نے اطاعت قبول کرلی اور سات ہزار دو سو دینار سالانہ خراج پر صلح کرلی۔ یہ پہلا بحری حملہ ہے جو مسلمانوں کے امیر کی اجازت سے کیا گیا اور کامیاب رہا۔

اسلام کے کاموں میں اس وقت برکت ہوتی ہے جب اُس میں ترتیب ہو، تنظیم ہو۔ بغیر تنظیم اور امیر کی اجازت کے کوئی کام کامیاب نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے علاء بن الحضرمی کو خلیج فارس میں ناکامی نصیب ہوئی تھی اور امیر معاویہ کو کامیابی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری زندگیاں اور ہمارے قومی کام کامیاب نہیں ہوتے! اس لئے کہ اوّل تو ہمارا کوئی مذہبی رہنما نہیں ہے۔ دوسرے پھر اگر ہے بھی تو ان کے حکموں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اسلام کی زندگی اجتماعی ہے۔ اکیلی زندگی کوئی حیثیت

نہیں رکھتی۔

شروع شروع میں مسلمانوں کو جہاز رانی کے فن سے واقفیت نہ تھی اس لئے انھوں نے ان رومیوں سے یہ کام سیکھا جو قیدی کی حیثیت سے ان کے قبضے میں آئے تھے۔ تھوڑے دنوں میں مسلمانوں نے جہاز سازی اور جہاز رانی میں بڑی مہارت حاصل کی اور رومیوں اور یونانیوں سے بڑھ گئے۔

جنگی بیڑا جس میں بہت سے جہاز ہوتے تھے اُسے "اُسطُول" کہتے تھے۔ مسلمانوں نے اپنے ان اسطولوں کے لئے بحرِ روم میں مختلف بندرگاہیں تیار کیں جو شام، افریقہ اور اندلس کے ساحلوں پر تھیں۔ انھیں مقامات پر جہاز سازی کے کارخانے بنائے گئے جنہیں عربی میں ترسانہ کہتے تھے۔ ترسانوں میں جہاز سازی کے متعلق ضروری سامان موجود رہتا تھا۔

مسلمانوں نے سب سے پہلا ترسانہ مَروان کے زمانہ میں ٹیونس شمالی افریقہ میں قائم ہوا۔ یہ جہاز سازی کا کارخانہ اس زمانہ میں دنیا میں سب سے بڑا تھا۔ ٹیونس میں ترسانہ قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بحیرۂ روم کے تمام جزیروں پر آسانی سے قبضہ رکھا جاسکے۔ اس ترسانہ کے افسر اعلیٰ تمام انتظام کا ذمہ دار ہوا کرتا تھا۔ اُسے "رئیس الترسانہ" کہتے تھے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے جہاز سازی میں کمال حاصل کیا۔

جہاز سازی کے مزید کارخانے شام، افریقہ اور اندلس کے ساحلوں پر قائم ہوئے۔ اس فن کو اتنی ترقی دی کہ آگے چل کر انہوں نے جہاز سازی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اندلس کے مشہور بادشاہ عبدالرحمٰن الناصر نے ایک اتنا بڑا جہاز تیار کرایا جو اُس وقت دنیا میں سب سے بڑا تھا۔

ایک بڑا تاریخ داں عیسائی مسلمانوں کی جہاز سازی کے بارے میں لکھتا ہے :-

"مسلمان بہت بڑے جہاز ساز اور جہاز ران تھے۔ انہوں نے جہاز رانی کے ذریعہ چین سے اس وقت تعلقات قائم کئے جبکہ اس ملک کے وجود کا یورپ والوں کو پتہ بھی نہ تھا۔ جہاز رانی میں سب سے پہلے مسلمانوں ہی نے قطب نما کا استعمال کیا۔"

بحیرۂ روم میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان سمندری جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ شروع میں کبھی مسلمان غالب ہو جاتے اور کبھی رومی لیکن آخر میں مسلمانوں نے بحیرۂ روم کے تمام چھوٹے بڑے جزیروں پر قبضہ کر کے رومیوں کی بحری طاقت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

مسلمانوں کا امیر البحر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بحیرۂ روم کے سب سے مشہور امیر البحر تھے۔ انہوں نے رومیوں کو بیچ سمندر پر زبردست شکستیں دیں اور بحیرۂ روم کو اسلامی بیڑے کے

لئے مرکز بنا دیا۔ مسلمانوں نے شروع ہی سے امیر معاویہ کے زمانے میں بحری بیڑے کا دفتر قائم کیا اور اس کے حاکم کا عہدہ امیر البحر کے نام سے مقرر کیا۔

تاریخ میں ان امیر البحروں کے نام خصوصیت سے نمایاں ملتے ہیں: جنادہ بن اُمیہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جن کی جولانگاہ بحیرۂ روم رہا جن کی بہادری کے کارناموں سے رومی جو صدیوں سے جہاز رانی کے ماہر تھے حیران تھے۔

مسلمان بادشاہ بحری بیڑے کو ترقی دینے کے لئے بحری فوج کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کے لئے بڑے بڑے عہدے مقرر کئے تھے۔ ان کے لئے بڑے بڑے اعزاز تھے مسلمان بادشاہ ان بحری فوجوں کو اپنی خاص آمدنیوں سے انعامات دیتے تھے۔

مسلمانوں میں جہاز رانی اور جہاز سازی کا شوق اتنا بڑھا کہ جس طرح خشکی میں مصنوعی لڑائیاں جنگی مشقیں ہوتی تھیں اسی طرح بحری لڑائیاں بھی ہونے لگیں۔

فاطمیوں کے زمانے میں مسلمانوں کے جنگی بحری بیڑے کو اور ترقی ہوئی۔ خلیفہ معزالدین اللہ کے زمانہ میں ان جنگی جہازوں کی تعداد چھ سو تک پہنچ گئی تھی۔ جنگی جہازوں کے لڑائی پر روانگی کے وقت ایک خاص جشن منایا جاتا تھا۔ جنگی جہازوں کی روانگی کے وقت خود بادشاہ موجود ہوتے تھے۔ بادشاہ ایک خاص جھروکے

میں دریائے نیل کے کنارے مقس نامی مقام پر بیٹھتے تھے۔ امیر البحر ان جنگی جہازوں کو جھنڈوں سے آراستہ کر کے مقس کے پاس بادشاہ کی سلامی کے لئے لاتے تھے۔ جہازوں پر منجنیقیں لگی ہوتی تھیں۔ ان کے ذریعہ پتھر پھینکنے کی مشق کرتے ہوئے گذرتے تھے۔ دوسرے جہاز پتھروں کی مار بچاتے ہوئے بار بار سلامی اُتارتے ہوئے جاتے تھے۔ بادشاہ اور ان کی رعایا کامیابی اور کامرانی کی دعائیں مانگتے تھے۔ جب تمام جہاز سلامی اتار لیتے تو امیر البحر بادشاہ کی خدمت میں رخصت لینے کے لئے آتے۔ بادشاہ، امیر البحر اور اس کے ماتحت افسروں اور سپاہیوں کو اپنی جیب خاص سے انعامات دیتے۔ اس کے بعد جہاز لڑائی کی طرف روانہ ہو جاتے۔ اسی طرح کا جشن اس وقت بھی منایا جاتا جب یہ جہاز سمندروں میں دشمنوں کو شکست دے کر لوٹتے تھے۔ اس وقت بادشاہ مقس کے مقام پر دربار کرتے تھے۔ بہادر بحری فوجیوں کو انعام و اکرام اور معزز لقبوں سے نوازتے تھے۔ ان بحری فوجیوں کے لئے خاص لقب ہوتے تھے جیسے "مُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ" اور "غُزَاةٌ فِيْ اَعْدَاءِ اللهِ"۔

اسلامی بحری بیڑے نے اسلامی فتوحات میں کافی مدد دی مسلمانوں نے بحیرۂ روم کے تمام جزیروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے سمندر کی کناروں پر دور دور تک قبضہ کر لیا تھا۔

غرض کہ اسلامی بحری بیڑا اس زمانہ میں تمام سمندروں پر قابض تھا۔ مسلمان تمام سمندروں کے مالک ہو گئے تھے۔ دُنیا کے دور دور حصّوں میں ان کے تجارتی جہاز جاتے تھے۔

یہ تو تمہیں بتایا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کے جہاز سازی کے بڑے بڑے کارخانے تھے۔ جس میں جہازوں کا مکمل سامان تیار ہوتا تھا۔

سمندری جہازوں کی دو قسمیں ہوا کرتی تھیں:۔

(۱) جنگی، جو جنگی مقصد کے لئے بنتے تھے۔

(۲) نیلی جو خاص طور پر دریائے نیل میں سامان لادنے کے لئے بنایا جاتا تھا۔

پھر جنگی جہاز کی کئی قسمیں ہوا کرتی تھیں:۔

۱۔ شُونہ، یہ جہاز بہت بڑے ہوتے تھے، جن میں دشمن پر حملہ کرنے اور اپنے بچاؤ کے لئے سارا سامان موجود رہتا تھا۔

۲۔ جنگی جہازوں کی دوسری قسم حَرَاقہ نامی تھی۔ ان جہازوں پر منجنیقیں رہا کرتی تھیں۔

۳۔ جنگی جہازوں کی تیسری قسم طراوہ تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی تیز رَو کشتی ہوتی تھی۔

۴۔ عشاریات، جن کے ذریعہ دریائے نیل میں گشت لگایا جاتا تھا۔

۵۔ دو اور خاص قسم کی کشتیاں ہوتی تھیں جن کے نام شلندات اور مسطحات تھے۔

مسلمانوں نے جہازوں کی شکل و صورت وہی رکھی جو یونانیوں اور رومیوں کے جہازوں کی ہوتی تھی۔ ایک عرب ماہر جہاز راں ابوالصلت نامی نے ایک آلہ جرِ ثقیل کی قسم کا بنایا تھا جو ڈوبے ہوئے جہازوں کو سمندر میں سے نکالتا تھا۔

یہ جہاز رانی کی داستان اس قوم کی ہے جس کو خدا نے اپنے آخری رسول محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن جیسی زندہ کتاب دی، جس کتاب نے مسلمانوں کو بتایا کہ "وہی اللہ جس نے سمندر کو تمہارے قابو میں کر دیا تاکہ اس کے حکم سے جہاز اس میں چلیں اور تاکہ اس کے فضل و کرم۔ (تجارت) کو ڈھونڈو اور تاکہ تم اس کے شکر گذار ہو۔" (جاثیہ ۲)

ایک دوسری جگہ قرآنِ پاک میں خدا اپنے احسانات ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے۔

"اور وہی اللہ جس نے سمندر کو تمہارے قبضہ میں دے دیا تاکہ تم اس میں سے نکال کر تازہ گوشت (مچھلیاں) کھاؤ اور اس سے اپنا زیب و زینت کا سامان (موتی، مونگے) نکالو جن کو تم پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے کہ اس میں جہاز پانی کو چیرتے پھاڑتے چلتے ہیں تاکہ تم خدا کے شکر گذار ہو۔" (النحل ۲)

شروع زمانہ کے مسلمان قرآن پر عمل کرتے تھے۔ ان کو خدا نے وہ تمام انعام و اکرام دیئے جس کے وہ حقدار تھے۔ ان کو خدا نے تری اور خشکی کا وارث بنایا۔ زمین کے وارث خدا کے نیک بندے ہی ہوتے ہیں۔

ہم نے قرآن کو چھوڑا، خدا نے ہم کو چھوڑ دیا۔ ہم زمین کی وراثت کے مستحق نہیں رہے۔ ہم غلامی کے سزاوار ہیں اس وجہ سے غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ہم زمین کے وارث اور سمندروں کے حکمراں اس وقت بن سکتے ہیں جب ہم اپنی حالت کو بدلیں اور قرآن کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ اس وقت زمین، آسمان اور تمام کائنات کے ہم وارث بن سکتے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو تجربہ کر کے دیکھو۔ خدا ہم سب کو اپنی کائنات کا وارث بنائے۔ آمین
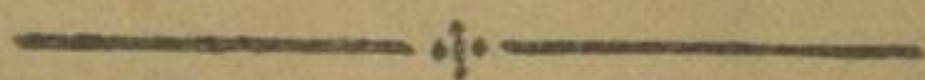
اسلام کے مشہور سپہ سالار

تین حصّوں میں

اسلام کے ان بہادروں کے قصّے اپنے نونہالوں کو پڑھاؤ جنہوں نے اسلام کے نام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا اور جنہوں نے اسلام کی عظمت کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا۔

اسلام کے ان اولوالعزم بہادروں کے روشن کارنامے رہتی دنیا تک رہیں گے۔ عبدالواحد سندھی نے بہادرانِ اسلام کے ان کارناموں کو بچّوں کی نفسیات اور ضروریات کو سامنے رکھ کر لکھا ہے۔ مسلمانوں کی بہادری کی مکمّل داستان آپ کو تین حصّوں میں ملے گی۔

حصہ اول و دوم یکجا:۔ اِسلام میں جہاد کیوں ضروری ہے؟